ہفت روزہ

خدام الدین
لاہور

زیر سرپرستی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۳۰ جون ۱۹۶۱ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور

۲۵ پیسے

اسلام کی عطا کردہ آزادی

(حضرت علامہ شبلی نعمانیؒ)

ایک دن حضرتِ فاروقؓ نے منبر پہ کہا
"میں تمہیں حکم جو کچھ دوں تو کرو گے منظور؟"

ایک نے اُٹھ کے کہا "ہم تو نہ مانیں گے کبھی
کہ تیرے عمل میں ہم کو نظر آتا ہے فتور

چادریں مالِ غنیمت میں جو اب کے آئیں
صحنِ مسجد میں وہ تقسیم ہوئیں سب کے حضور

اُن میں ہر ایک کے حصہ میں فقط ایک آئی
تھا تمہارا بھی وہی حق کہ یہی ہے دستور

اب جو یہ جسم پہ تیرے نظر آتا ہے لباس
یہ اُسی لوٹ کی چادر سے بنا ہوگا ضرور

مختصر تھی وہ ردا اور تیرا قد ہے دراز
ایک چادر میں ترا جسم نہ ہوگا مستور

اپنے حصہ سے زیادہ جو لیا تو نے، تو اب
تو خلافت کے نہ قابل ہے نہ ہم ہیں مامور"

گرچہ وہ حدِ مناسب سے بڑھا جاتا تھا
سب کے سب مہر بہ لب تھے چہ اناث و چہ ذکور

روک دے کوئی کسی کو، یہ نہ رکھتا تھا مجال
نشۂ عدل و مساوات سے تھے سب مخمور

اپنے فرزند سے فاروقِ معظمؓ نے کہا
"تم کو ہے حالتِ اصلی کی حقیقت پہ عبور

تم ہی دے سکتے ہو اس کا مری جانب سے جواب
کہ نہ پکڑے مجھے محشر میں مرا ربِّ غفور"

بولے یوں ابنِ عمرؓ سب سے مخاطب ہو کر
"اس میں کچھ والدِ ماجد کا نہیں جرم و قصور

ایک چادر میں جو پورا نہ ہوا ان کا لباس
کر سکی اس کو گوارا نہ مری طبعِ غیور

اپنے حصہ کی بھی میں نے انھیں چادر دیدی
واقعہ کی یہ حقیقت ہے کہ جو تھی مستور

نکتہ چیں نے یہ کہا اُٹھ کے کہ "ہاں! اے فاروقؓ
حکم دے ہم کو کہ اب ہم اُسے مانیں گے ضرور!"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

۱۶ محرم الحرام ۱۳۸۱ھ
مطابق
۳۰ جون ۱۹۶۱ء

جلد ۷ — شمارہ ۷



اس شمارے میں



شرح چندہ

سالانہ گیارہ روپے — ششماہی چھ روپے
سہ ماہی تین روپے — عام فی پرچہ ۲۵ پیسے
فون ۶۷۵۴۵

ضروری ہدایت

احباب سے گزارش ہے کہ خدام الدین کو پڑھنے کے بعد ردی میں فروخت نہ کریں بلکہ کسی اور ضرورت مند دوست کو یا طالب علم کو دے دیں۔ یہ آپ کے لئے صدقہ جاریہ ہوگا۔ ورنہ ردی میں فروخت کرنے کا گناہ آپ کے ذمہ ہوگا۔

اداریہ

پاکستان اور عالمی سیاست میں تغیر

پاکستان بننے کے بعد ہمارا رابطہ برطانیہ سے قائم رہا۔ مگر انگریزوں نے پاکستان کے مقابلہ میں ہندوستان کے ساتھ ترجیحی سلوک روا رکھا۔ سرحدوں کی حدبندی، مسئلہ کشمیر وغیرہ اس کی نمایاں نشانیاں ہیں۔ تقسیم کے بعد ہماری سرپرستی امریکہ نے قبول کر لی چونکہ یہ ایک عام خیال تھا اور اب تک اس خیالی بُت کی پوجا ہو رہی ہے کہ کوئی ملک آج کے زمانہ میں غیر جانب دار رہ کر زندہ نہیں رہ سکتا۔ ہم نے اس کی مخالفت نہیں کی بلکہ اپنا مذہبی اور دینی فریضہ جانتے ہوئے بار بار اسلامی تعلیمات کی اس رُوح کو پیش کیا کہ ہماری ترقی اور کامیابی کا راز اسلامی اصولوں پر پورے طور سے عمل پیرا ہونے میں مضمر ہے۔ اس کے علاوہ ہم نے عالم اسلام کے اتحاد اور احکام اسلام کی اجتماعی تعمیل کے ساتھ ساتھ مادی اسباب کی تیاری پر بھی ہمیشہ زور دیا مگر بھروسہ پھر بھی اللہ تعالےٰ کی ذات پر کرنا ہوگا اسلام کے اس روشن اور قطعی اصول کو آزمانے کی ضرورت نہیں ہے۔ سینکڑوں برس کی تاریخ اس کا زندہ ثبوت اور ناقابل تردید دلیل ہے۔ الحمدللہ اس خواب کی تعبیر عملی صورت اختیار کرتی نظر آ رہی ہے۔

بہرحال یقین کی کمی اور تذبذب کی شدت نے ہمارا رشتہ امریکہ سے جوڑ دیا۔ ہم امریکہ کا گیہوں کھا کھا کر اس کے گن گاتے رہے۔ اس کا قدرتی نتیجہ یہ نکلا کہ ہندوستان روس کی طرف زیادہ جھک گیا۔ روس سے اس نے ٹھوس فوائد حاصل کئے اور تعجب ہے کہ باوجود اس کے امریکہ بھی ہم سے زیادہ اس کی امداد کرتا رہا۔

لیکن جہاں تک امریکی اعلانات اور رسمی ہمدردی کا تعلق ہے وہ ہمارے ساتھ رہی۔ آخرکار کینیڈی کی صدارت نے سربستہ رازوں سے پردہ اٹھا دیا۔ امریکہ جو ٹھوس کام کشمیر کے سلسلہ میں ہمارے حق میں نہ کر رہا تھا اس کی وجہ بھی سمجھ میں آ گئی۔ امریکہ ہندوستان کو اپنا مخالف بنانے کے حق میں نہ تھا۔ وہ پاکستان کے ذریعہ اور دوسرے ذرائع سے اس پر دباؤ ڈالتا رہا کہ وہ امریکی گروپ کا رکن بن جائے۔ مگر نہرو نے ایسا نہ ہونے دیا۔ آج امریکہ نے نہرو کی غیر مشروط امداد اور ایشیا میں اس کا قطعی اقتدار ضروری قرار دیا ہے۔ ہمارے حلیف کا ہمارے حریف کا گہرا دوست بن جانا ہماری بڑی سیاسی شکست ہے۔ موجودہ حکومت نے شاید اس کو قبل از وقت بھانپ لیا تھا۔ شاید اسی لئے اس نے تیل کے سلسلہ میں روس سے تعلقات کی سلسلہ جنبانی کی۔ اور کشمیر کی سرحدات کے سلسلہ میں چین سے بات چیت کو ضروری سمجھا۔

امریکہ کا یقین

صرف امریکہ پر کیا منحصر ہے تمام مغربی اقوام کی سیاست اپنے اغراض کے گرد گھومتی ہے۔ امریکہ کو چین کی پیش قدمی اور بھارت کے دفاعی انتظامات سے یقین آ گیا کہ کمیونسٹ چین کی روک تھام اور اس کی دراز دستیوں کا مقابلہ، بھارت کو اپنا وجود قائم رکھنے کے لئے از حد ضروری ہے۔ اس لئے امریکہ تمام شکوک و شبہات سے بالاتر ہو کر اب ہندوستان کو مضبوط تر بنانے پر تل گیا ہے۔ اور فرطِ شوق، شدتِ عشق اور اقتدار کی اچانک تبدیلی نے حالات کا رُخ بدل دیا۔ چنانچہ اس سمت سے کچھ بہکی بہکی باتیں سننے میں آنے لگیں۔ کبھی نہرو کو ایشیا کا لیڈر بنانے کا

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

مجلسِ ذکر منعقدہ جمعرات ۸ محرم الحرام ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۲ جون ۱۹۶۱ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی اَمَّا بَعۡدُ

دوزخ کے گرد باڑ ہے۔ خواہشات نفسانی کی

اور

بہشت کے گرد باڑ ہے۔ ناپسندیدہ طبع کی

آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ اللہ تعالےٰ سے دُعا کرتا ہوں۔ کہ اللہ تعالےٰ ہمارا یہاں ذکر کے لئے جمع ہونے کو قبول فرمائے۔ اور اس ذکر کو ذریعہ نجات بنائے۔ (آمین)

ہر جمعرات کو ذکر کے بعد میں کچھ عرض کردیا کرتا ہوں۔ تاکہ ہم توبہ کرکے اللہ تعالےٰ کو خوش کریں اور اللہ تعالےٰ ہمارے گناہ بخشدے۔

آج میں ایک حدیث سناتا ہوں۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حفت النار بالشھوات

وحفت الجنۃ بالمکارہ

ترجمہ۔ دوزخ کے گردا گرد باڑ ہے خواہشات نفسانی کی۔ اور بہشت کے گردا گرد باڑ ہے۔ ناپسندید طبع کی۔

یعنی خواہشات نفسانی انسان کو دوزخ میں لے جائیں گی۔ اگر ہم خواہشات نفسانی پر عمل کریں گے۔ اور اللہ تعالےٰ کی مرضی سامنے نہیں رکھینگے تو دوزخ میں جائیں گے۔ اور جنت میں ناپسندیدہ طبع کام کرنے سے داخل ہوں گے۔

مثلاً سردی کے موسم میں صبح کی نماز کے وقت گرم گرم بستر سے اُٹھ کر ٹھنڈے پانی سے وضو کرنے کو طبیعت نہیں چاہتی۔ دل یہی کہتا ہے۔ کہ مزے سے سوئے رہو۔ اُٹھوگے تو سردی لگے گی۔ مگر اُس وقت جو گرم بستر کو چھوڑنے اور ٹھنڈے پانی سے وضو کرنے کی تکلیف کو برداشت کرے گا۔ وہ جنت میں جائے گا۔ اور جو آرام سے سویا رہے گا۔ اپنے نفس کی خواہش پر عمل کرے گا۔ وہ دوزخ میں جائے گا۔

بہترین کلام وہ ہے۔ جو جامع ہو اور مختصر ہو۔ دنیا کے تمام انسانوں کے لئے یہ ایک چھوٹی سی حدیث فیصلہ کُن ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ کون بہشتی ہے۔ اور کون دوزخی ہے۔ جو خواہشاتِ نفسانی کے تابع ہے۔ وہ دوزخی اور جو ناپسندیدہ طبع کام کرنے والا ہے۔ وہ بہشتی۔

شیطان پر اللہ تعالےٰ نے جب لعنت بھیجی۔ تو اُس نے کہا کہ اے اللہ تیری عزت کی قسم ہے کہ میں اس آدم کی اولاد کو گمراہ کروں گا۔ مگر چند مخلص بندے بچ جائیں گے۔ بہت ہی تھوڑی تعداد میں تیرے نیک بندے میرے قابو نہیں آئینگے شیطان قسم کھا کر آیا ہے کہ سب کو گمراہ کروں گا۔

آج کل انسان حرام اور ناجائز کاموں میں زیادہ اکٹھے ہوتے ہیں حلال کاموں میں بہت کم جمع ہوتے ہیں۔

مسجد میں لوگ زیادہ ہوتے ہیں۔ یا سینماؤں میں؟

صرف لاہور میں ۲۷ سینما ہال ہیں۔ خدا کا غضب۔ یہ لعنت انگریز اپنے ساتھ لندن سے لایا ہے۔ مغلوں کی اسلامی حکومتوں کے وقت سینما نہیں تھے

عربی کا مقولہ ہے

اَلنَّاسُ عَلٰی دِیۡنِ مُلُوۡکِھِمۡ

ترجمہ۔ لوگ اپنے بادشاہوں کے طریقے پر چلتے ہیں۔ چونکہ انگریز سینما کی لعنت لایا ہے۔ اس لئے لاہوری انگریز کے طریقے پر چل رہے ہیں لاہور کے رہنے والے۔ سینماؤں کے عاشق۔ روز رات کو سینما دیکھنے جاتے ہیں۔ کنجریوں کو نذرانہ دینے کے لئے صبح کو حلال کمایا۔ رات کو حرام گنوایا (الا ماشاء اللہ)

اسی لاہور میں لائسنس دار چکلوں کے علاوہ ۵۰۰۰ پرائیویٹ زنا کے اڈے ہیں (پولیس کی رپوٹ کے مطابق) جہاں شریف عورتیں اور مرد زنا کرتے ہیں۔ یہ جنٹلمین مرد اور عورتیں۔ جو زنا کرتے ہیں۔ انگریز کی اصطلاح میں جنٹلمین ہوں گے۔ شریعت محمدی کی اصطلاح میں یہ کمینے ہیں۔ انہیں جنٹلمین کون کہتا ہے۔

اللہ تعالےٰ کا قرآن مجید میں ارشاد ہے

لَقَدۡ کَفَرَ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الۡمَسِیۡحُ ابۡنُ مَرۡیَمَ.

ترجمہ۔ البتہ تحقیق کافر ہوچکے ہیں۔ وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اللہ مسیح بیٹا مریم کا ہے۔ (پ۶ رکوع ۷)

انگریز تو احمق ہے۔ جو مسیح ابن مریم کو خدا مانتا ہے۔ اور تمہارا راہنما پیشوا انگریز ہے۔ اس کے نقش قدم پر چل رہے ہو۔ ہوش کرو۔ انگریز کے طریقے کو چھوڑ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طریقے پر عمل کرو۔

اللہ تعالےٰ سے دعا کرتا ہوں۔ کہ آپ سب کو جنت میں پہنچائے۔ اور دوزخ سے بچائے۔ لیکن یہ باتوں سے نہیں ہوگا۔ عمل کریں گے۔ تو جنت میں جائیں گے۔ ورنہ دوزخ میں

ہوشیار ہو جاؤ۔ ہوش میں آؤ اور عمل کرو۔ اپنے کردار کو جنتیوں والے بناؤ۔ دوزخ میں جانے والوں کے کردار نہ بناؤ۔ شیطان ہر ایک آدمی کے ساتھ ہے۔ ہر ایک عورت کے ساتھ ہے۔ پہلے ایک انسان تھا۔ یعنی آدم علیہ السلام تو ایک شیطان تھا۔ جوں جوں انسانوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے

توں توں شیطانوں کی تعداد بھی بڑھتی جاتی ہے۔ ہمارا سب کا دادا حضرت آدم علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ لیکن شیطانوں کا دادا زندہ ہے۔ اُس نے قیامت کے دن تک کی مہلت مانگی ہے۔ اور اُس نے اولادِ آدم کو گمراہ کرنے کا ٹھیکہ لے رکھا ہے۔ ہر ایک مرد عورت کے ساتھ شیطان ہے۔ وہ اپنا کام کر رہے ہیں۔ یعنی گمراہی کی طرف چلا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو شیطان کے شر سے بچانے کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ جو انسانوں کو سیدھے راستے پر چلنے اور شیطانی راستوں سے بچنے کی تلقین کرتے رہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔ لیکن میری اُمت کے علماء کرام آئینگے جو اُمت کو غلط راستے سے ہٹا کر سیدھے راستے پر چلائیں گے۔ اور حضورؐ نے فرمایا۔ کہ میری امت کے علماء کا درجہ بنی اسرائیل کے نبیوں کے درجے کے برابر ہے۔ جس طرح اللہ تعالےٰ بنی اسرائیل کی قوم میں چھوٹے چھوٹے نبی بھیجا کرتا تھا۔ اسی طرح میری امت میں علماء پیدا ہوں گے۔ جو تبلیغ کا کام کریں گے آج کل علمائے کرام لوگوں کو غفلت سے بیدار کر رہے ہیں۔ شیطان کے پنجے سے بچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن پھر بھی لوگ دوزخ کی طرف جارہے ہیں۔ اور بجائے علمائے کرام کے کہنے پر عمل کرنے کے ان کی توہین کرتے ہیں۔

میں تم سے پوچھتا ہوں کہ لاہور میں گمراہی پھیلانے کے لئے انگریز کے وقت میں ۱۲ کالج تھے۔ کیا پرائمری میں قرآن تھا۔ مڈل میں قرآن تھا۔ ہائی سکول اور کالج کی زندگی میں قرآن تھا۔ تم ایم اے پاس کرنے کے بعد قرآن ناظرہ نہیں پڑھ سکتے۔ قرآن سے تو بالکل جاہل ہو۔ اور پھر علمائے کرام پر مذاق اُڑاتے ہو۔ جن کی حضورؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام توہین کریں۔ (یعنی انگریز) اُس کی تم عزت کرو۔ اور جن کی رسول کریمؐ عزت کریں۔ یعنی علماءِ کرام اُن کی تم توہین کرو۔ کچھ عقل بھی ہے۔ یا نہیں۔ انگریز تمہاری عقل مسخ کر گیا ہے۔

سنو یا غور سے سنو علمائے کرام تم کو تعلیم ربّانی دیتے ہیں۔ تم کو با حیا بنانا چاہتے ہیں۔ اور انگریز تم کو بے حیائی سکھاتا ہے۔ تم بتلاؤ۔ کہ ۱۴ لاکھ کی آبادی میں کسی ایک نے اپنے کسی ایک لڑکے کو عالم دین بنایا ہو گیا کوئی تھا۔ اور کیا کوئی اب ہے قرآن سے تو تم بالکل جاہل ہو۔ اور پھر علمائے کرام پر مذاق کرتے ہو۔ تم کو شرم نہیں آتی۔ بی۔ اے ہو جائیں۔ لڑکا بھی بی۔ اے ہو جائے۔ لڑکی بھی بی۔ اے ہو جائے۔ اور پھر نوکری مل جائے۔ تمہاری عقل مسخ ہوگئی ہے۔ اللہ تعالےٰ تمہیں ہدایت دے۔ امین۔

تم اے لاہوریو۔ قیامت کے دن یہ نہ کہہ سکو گے۔ کہ رَبَّنَا مَا جَاءَنَا مِنْ نَذِيْرٍ۔

اے اللہ تیرا کوئی بندہ ہمیں ڈرانے کے لئے آیا ہی نہیں تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں یہ عذر نہ کر سکو گے۔ کہ یا رسول اللہ آپ کا کوئی خادم ہمیں آپ کا دین بتلانے کے لئے آیا ہی نہ تھا۔

میں اللہ تعالےٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہارے اعتراضات سے بری الذمہ کرنا چاہتا ہوں۔

اللہ تعالےٰ مجھے دہلی سے اُٹھا کر لاہور لایا۔ کہ تمہیں قرآن سناؤں میرے اُستاد مرحوم نے مجھے فرمایا۔ کہ احمد علی تم کتابیں پڑھانی چھوڑ دو۔ قرآن پڑھایا کرو تو اُس وقت سے قرآن کی اشاعت شروع کر دی۔ پولیس نے مجھے کہا۔ کہ آپ کو دہلی اور سندھ نہیں جانے دیا جائے گا۔ کیونکہ دہلی میں میرا مدرسہ تھا۔ اور سندھ میں بھی میرے کئی دوست تھے۔ پھر میں نے لاہور میں قرآن پڑھانا شروع کر دیا۔

مشک آں است کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید

ترجمہ۔ مشک وہ ہے۔ جو خود بو دے نہ کہ عطار بتائے کہ یہ مشک ہے۔ اللہ تعالےٰ کے فضل سے قرآن کی آواز سن کر لوگ جمع ہوئے۔ اگر کنجریوں کی آواز سن کر لوگ جمع ہو سکتے ہیں۔ تو کیا نیکوں کی آواز پر لوگ جمع نہیں ہوں گے۔ قرآن کے شوقین قرآن کی آواز سن کر دور دور سے آتے ہیں۔ اور تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ اے لاہوریو تم اکثر انگریز کے تابعدار ہو۔ حدیث شریف میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا

فَاِنَّ الشَّیْطَانَ یَاْکُلُ بِالشِّمَالِہٖ

ترجمہ۔ پس بے شک شیطان اپنے بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بائیں ہاتھ سے کھانے پینے کو منع فرمایا۔ لیکن آج کل دائیں ہاتھ میں چھری اور بائیں ہاتھ میں کانٹا ہوتا ہے۔ یہ انگریز کا تمدن ہے اللہ لعنت کرے ایسے تمدن پر یہ تمام باتیں کر دی تو ہیں۔ اگر تم ان پر عمل کرو گے۔ تو دوزخ سے بچ جاؤ گے اور جنت میں جاؤ گے۔ میں سب کچھ تمہاری اصلاح کے لئے کہتا ہوں۔ میری دعا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ مجھ سے اور آپ سے راضی ہو کر ہم سب کو جنت میں پہنچائے۔ علمائے کرام پر مذاق مت اُڑاؤ۔ اولیائے عظام کی عزت کرو اور اُن کی صحبت میں بیٹھو۔ عمل کرو۔ اپنے کردار کو جنت والوں جیسا بناؤ۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا

مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ۔

ترجمہ۔ جس نے نماز جان بوجھ کر چھوڑی۔ پس تحقیق وہ کافر ہوگیا۔ میں صاف کہتا ہوں۔ جو نماز نہیں پڑھتا۔ روزہ نہیں رکھتا۔ زکوٰۃ نہیں دیتا اور حج نہیں کرتا (اگر مالدار ہے) تو چاہے اپنا نام محمد دین رکھوائے مسلمان نہیں ہے۔ نہیں ہے۔ نہیں ہے اور اگر کوئی اپنا نام گنگا رام رکھے۔ نماز پڑھے۔ روزے رکھے۔ زکوٰۃ فرض ہے تو دے۔ حج فرض ہے تو کرے۔ تو وہ پکا مسلمان ہے۔

ناموں سے مسلمان نہیں بنتا۔ بلکہ اعمال سے مسلمان بنتا ہے۔ ہوش کرو۔ کدھر جا رہے ہو۔ توبہ کر کے مرو قیامت کے دن یہ نہ کہہ سکو گے۔ کہ یا اللہ تیرا کوئی بندہ ڈرانے والا نہیں آیا تھا۔

۴۸ سال ہوگئے مجھے یہی قرآن سناتے انجمن خدام الدین کے قرآن میں مولانا شاہ عبدالقادرؒ کا حاشیہ ہے۔ سورۃ النساء کے ساتویں رکوع پر۔ کہ اللہ تعالےٰ قیامت کے دن ہر دور کے نیک بندوں کو گواہی کے لئے سامنے لائے گا۔ کہ یہ لوگ کیا کرتے تھے۔ اور تم کیا کرتے تھے۔

کئی عورتیں میرے پاس آتی ہیں۔ کہتی ہیں تعویذ لکھ دو۔ میں کہتا ہوں۔ کہ وظیفہ بتاؤں گا۔ شرط یہ ہے۔ کہ حلال کھاؤ۔ پھر انشاءاللہ اللہ تعالیٰ ضرور مشکل حل کر دے گا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اکثر چیزیں لاہور میں حرام ہیں۔ اور تمہیں پتہ نہیں اس لئے تم سب کھا جاتے ہو چور اگر مٹھائی کے تھال چوری کر کے لائے۔ تو کیا وہ مٹھائی حلال ہے؟

اسی طرح نمک۔ گھی۔ دودھ۔ آٹا۔ بعض اوقات حرام ہوتے ہیں۔ میں نے خود دیکھا ہے گاڑی بان نمک لاد کر آرہا ہے۔ اور آپ آگے بیٹھا ہے پیچھے سے ایک شریر لڑکا آیا۔ نمک کا ایک ڈھیلہ اُٹھا کر لے گیا۔ اب وہ نمک ۱۰آنے سیر کی بجائے ۱۲پیسے سیر بیچ دیتا ہے دوکاندار بھی جانتا ہے۔ کہ یہ نمک چوری کا ہے۔ اب وہ سب محلہ والوں کو یہ حرام نمک کھلائے گا۔ آؤ میرے پاس آکر چار سال بیٹھو میں تمہیں سکھاؤں گا مگر شرط یہ ہے۔ کہ بیوی کو خرچ دے کر آنا۔ تاکہ وہ تمہاری جان کو نہ روئے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ کہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ

ترجمہ۔ میں نے انسانوں اور جنوں کو فقط اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے اور بارہویں پارہ کی پہلی آیت میں ہے میں نے ہر جاندار چلنے والے کی روزی کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لے رکھا ہے

لیکن تم انگریز کے تابعدار ہو۔ اس لئے عبادت کو جو تمہارے ذمہ فرض ہے چھوڑ دیا ہے۔ اور جس چیز کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لے رکھا ہے۔ یعنی رزق کا وہ خود اپنے ذمہ لے لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت عطا فرمائے۔ اور عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ باتیں تو کڑوی ہیں۔ لیکن بالکل ٹھیک ہیں۔ اگر عمل کریں گے۔ تو جنت میں جائیں گے۔ (۴۴)

میرا نام بن پوچھے شائع کر دیا ہے

وزیر آباد کے پاس سوہدرہ ایک قصبہ ہے۔ وہاں کوئی انجمن بنی ہے۔ انہوں نے وصولی چندہ کے رسید بکوں پر میرا نام شائع کر دیا ہے حالانکہ مجھ سے پوچھا نہیں ہے۔

احقر الانام احمد علی عفی عنہ (امیر انجمن خدام الدین

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

خدا کی پناہ حاصل کرنے کا وظیفہ

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ أَقْرَأُ سُوْرَةَ هُوْدٍ أَوْ سُوْرَةَ يُوْسُفَ قَالَ لَنْ تَقْرَأَ شَيْئًا أَبْلَغَ عِنْدَ اللهِ مِنْ قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ

حضرت عقبہ بن عامرؓ کہتے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا میں پناہ حاصل کرنے کے لئے سورۃ ہود اور سورۃ یوسف کو پڑھا کروں؟ آپ نے فرمایا قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ سے بہتر خدا کے نزدیک اس معاملہ میں کوئی چیز نہیں۔

حفظ قرآن کا ثواب

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَوْسٍ الثَّقَفِيِّ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِرَاءَةُ الرَّجُلِ الْقُرْآنَ فِيْ غَيْرِ الْمُصْحَفِ أَلْفُ دَرَجَةٍ وَقِرَاءَتُهٗ فِي الْمُصْحَفِ تُضْعَفُ إِلٰى ذٰلِكَ إِلٰى أَلْفَيْ دَرَجَةٍ

حضرت عثمانؓ بن عبداللہ بن اوس ثقفی اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پڑھنا قرآن کا حفظ ہزار درجہ کا ثواب رکھتا ہے۔ اور قرآن میں دیکھ کر پڑھنا دوگنے ثواب کا موجب ہے۔ یعنی دو ہزار درجے تک۔

موت یاد کرنا

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوْبَ تَصْدَأُ كَمَا يَصْدَأُ الْحَدِيْدُ إِذَا أَصَابَهُ الْمَاءُ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللهِ وَمَا جِلَاؤُهَا قَالَ كَثْرَةُ ذِكْرِ الْمَوْتِ وَتِلَاوَةُ الْقُرْآنِ رَوَى الْبَيْهَقِيُّ الْأَحَادِيْثَ الْأَرْبَعَةَ فِيْ شُعَبِ الْإِيْمَانِ۔

ابن عمرؓ کہتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یہ دل زنگ پکڑتے ہیں۔ جس طرح زنگ پکڑتا ہے۔ لوہا اس وقت جب کہ اس کو پانی پہنچے۔ پوچھا دلوں کو روشن کرنے والی کیا چیز ہے یا رسول اللہ آپ نے فرمایا موت کو اکثر یاد کرنا اور قرآن کا پڑھنا۔

علم قرآن کے فضائل

وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَلَّمُوا الْقُرْآنَ فَاقْرَؤُوْهُ فَإِنَّ مَثَلَ الْقُرْآنِ لِمَنْ تَعَلَّمَ فَقَرَأَ وَقَامَ بِهٖ كَمَثَلِ جِرَابٍ مَحْشُوٍّ مِسْكًا تَفُوْحُ رِيْحُهٗ كُلَّ مَكَانٍ وَمَثَلُ مَنْ تَعَلَّمَهٗ فَرَقَدَ وَهُوَ فِيْ جَوْفِهٖ كَمَثَلِ جِرَابٍ أُوْكِيَ عَلٰى مِسْكٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سیکھو قرآن کو اور پھر پڑھو۔ اس کو کیونکہ جو شخص قرآن کو سیکھتا ہے۔ پھر اس کو پڑھتا ہے اور رات کو قیام کرتا ہے۔ اس کا حال اس ہتھیلی کی مانند ہے۔ جس میں مشک بھرا ہو۔ کہ اس کی خوشبو مکان کے گوشہ گوشہ میں پہنچ جاتی ہے۔ اور اس شخص کا حال جس نے قرآن کو سیکھا۔ اور وہ اس کے دل ہی میں رہا یعنی نہ تو اس نے پڑھا اور نہ اُس پر عمل کیا مشک کی اس ہتھیلی کی مانند ہے جس کے منہ کو باندھ کر اُس پر مہر لگا دی گئی ہو۔

(ترمذی۔ نسائی، ابن ماجہ)

(۴۴) اللہ تعالیٰ ہم سب سے راضی ہو کر ہمیں جنت میں پہنچائے۔ آمین یا الہ العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین

خُطبَۃ یَومِ الجُمُعَۃ ۹ر محرم الحرام ۱۳۸۱ھ مطابق ۳۰ جون ۱۹۶۱ء

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی دروازہ شیرانوالہ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اَلحَمدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِینَ اصطَفٰی اَمَّا بَعد

ہر ضرورت کے وقت فقط اللہ تعالےٰ ہی کو پکارنا چاہیئے

مصیبت کے وقت اللہ تعالےٰ کے سوا کسی دوسرے کو پکارنا بالکل گمراہی ہے

عنوان مذکور پر قرآن مجید کی شہادت

حتّٰی کہ انبیاء علیہم السلام بھی اپنی حاجتوں کے پورا کرانے میں اللہ تعالےٰ کے محتاج ہیں

قولہ تعالیٰ۔ (لَہٗ دَعوَۃُ الحَقِّ وَالَّذِینَ یَدعُونَ مِن دُونِہٖ لَا یَستَجِیبُونَ لَھُم بِشَیءٍ اِلَّا کَبَاسِطِ کَفَّیہِ اِلَی المَآءِ لِیَبلُغَ فَاہُ وَمَا ھُوَ بِبَالِغِہٖ ؕ وَمَا دُعَآءُ الکٰفِرِینَ اِلَّا فِی ضَلٰلٍ ۝)

(سورۃ الرعد) رکوع ۲ پارہ ۱۳)

ترجمہ۔ اور اسی کو پکارنا بجا ہے۔ اور اس کے سوا جن کو پکارتے ہیں۔ وہ ان کے کچھ بھی کام نہیں آتے۔ مگر جیسا کوئی پانی کی طرف اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے کہ اس کے موہنہ میں آجائے۔ حالانکہ وہ اس کے موہنہ تک نہیں پہنچتا۔

یعنی

جس طرح پانی کو کوئی شخص پکارے۔ کہ اے پانی میرے موہنہ میں آ۔ ناممکن ہے۔ کہ پانی اس کے موہنہ میں آئے۔ اسی طرح جو شخص اپنی حاجت روائی کے لئے کسی شخص کو پکارے۔ وہ صاحب کبھی بھی حاجت روائی کے لئے نہیں آئے گا۔ کیونکہ مصیبت زدہ لوگوں کی حاجت روائی کا کام اللہ تعالےٰ نے فقط اپنے ذمہ لے رکھا ہے۔ اور کسی کو یہ ذمہ داری سپرد نہیں کی۔ خواہ کتنا ہی بڑا بزرگ کیوں نہ ہو۔ خواہ پیغمبر ہو۔ یا کوئی اور بزرگ ہو۔

ہیں

تمام پیغمبروں کی پیغمبری کو مانتا ہوں۔ اور تمام اولیاء کرام کی ولایت کا بفضلہ تعالےٰ قائل ہوں۔ الحمد للہ۔ ثم الحمد للہ علیٰ ہذہ النعمۃ۔

شیطان کا دھوکہ دینا

وہ کس طرح

جو شخص یہ کہے۔ کہ تمام انسانوں کی ضروریات کا ٹھیکہ اللہ تعالےٰ نے لیا ہوا ہے۔ کہ میں پوری کروں گا۔ اور بزرگ کتنا ہی بڑا بزرگ کیوں نہ ہو۔ وہ لوگوں کے کام نہیں آسکتا۔ تو شیطان انسانوں کو یہ دھوکہ دیتا ہے۔ کہ یہ شخص بزرگوں کی بزرگی کا قائل نہیں ہے۔ حالانکہ یہ دھوکہ دہی ہے۔ کوئی شخص جو کتاب و سنۃ سے واقف ہو۔ وہ کبھی اولیاء اللہ تعالےٰ کی بزرگی کا مخالف نہیں ہوسکتا۔

حتّٰی کہ انبیاء علیہم السلام بھی فقط خدا تعالےٰ کے محتاج ہیں

پہلا شاھد

قولہ تعالیٰ (فَسَقٰی لَھُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓی اِلَی الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّی لِمَآ اَنزَلتَ اِلَیَّ مِن خَیرٍ فَقِیرٌ ۝)

(سورۃ القصص رکوع ۳ پارہ ۲۰)

ترجمہ۔ پھر ان دونوں (لڑکیوں) کے جانوروں کو پانی پلا دیا۔ پھر سایہ کی طرف ہٹ کر آیا۔ کہا اے میرے رب تو میری طرف جو اچھی چیز اتارے میں اس کا محتاج ہوں۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جو بنی اسرائیل کے بہت بڑے پیغمبر ہیں۔ وہ بھی اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں اپنے محتاج ہونے کا اظہار فرما رہے ہیں۔

نتیجہ

برادران اسلام آنکھیں کھول کر دیکھو کہ اولیائے کرام تو بجائے خود رہے۔ انبیاء علیہم السلام بھی اللہ تعالےٰ کی طرف اپنے محتاج ہونے کا اعلان فرما رہے ہیں

چنانچہ

دوسرا شاھد

حضرت زکریا علیہ السلام اپنے لئے اولاد حاصل کرنے میں اللہ تعالےٰ کے محتاج ہیں

قولہ تعالیٰ (ھُنَالِکَ دَعَا زَکَرِیَّا رَبَّہٗ قَالَ رَبِّ ھَب لِی مِن لَّدُنکَ ذُرِّیَّۃً طَیِّبَۃً ۚ اِنَّکَ سَمِیعُ الدُّعَآءِ ۝)

(سورۃ ال عمران رکوع ۴ پارہ ۳)

ترجمہ۔ زکریا (علیہ السلام) نے وہیں اپنے رب سے دعا کی۔ کہا۔ اے میرے رب مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما۔ بیشک تو دعا کا سننے والا ہے

حاصل

یہ کہ زکریا علیہ السلام اپنے لئے پاکیزہ اولاد کی دعا فرما رہے ہیں۔

نتیجہ

یہ نکلا۔ کہ صالح اولاد پیدا ہونے کے لئے انبیاء علیہم السلام بھی اللہ تعالےٰ کے محتاج ہیں۔

وَمَا عَلَینَآ اِلَّا البَلٰغُ

تیسرا شاہد

حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنی شفایابی کے لئے

اللہ تعالیٰ سے دعا کی ۔ اور شفایاب ہوئے اور ان کو دوبارہ اللہ تعالیٰ نے اہل و اولاد عطا فرمایا ۔

قولہ تعالیٰ (وَاَیُّوْبَ اِذْ نَادٰی رَبَّهٗٓ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَیْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰی لِلْعٰبِدِیْنَ ۝

(سورۃ الانبیاء رکوع ۶ پارہ ۱۷)

ترجمہ ۔ اور جب کہ ایوب نے اپنے رب کو پکارا ۔ کہ مجھے روگ لگ گیا ہے حالانکہ تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے پھر ہم نے اس کی دعا قبول کی ۔ اور جو اسے تکلیف تھی ہم نے دور کردی ۔ اور اسے اس کے گھر والے دئے ۔ اور اتنا ہی ان کے ساتھ اپنی رحمت سے اور بھی دیا ۔ اور عبادت کرنے والوں کے لئے نصیحت ہے ۔

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب کا حاشیہ ملاحظہ ہو

حضرت ایوب علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے دنیا میں سب طرح آسودہ رکھا تھا کھیت مویشی لونڈی غلام اولاد صالح اور عورت طبیعت کے موافق عطا کی تھی ۔ حضرت ایوبؑ بڑے شکر گزار بندے تھے ۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو آزمائش میں ڈالا کھیت جل گئے ۔ مویشی مر گئے ۔ اور اولاد اکٹھی دب کر مری ۔ دوست آشنا الگ ہو گئے بدن میں آبلے پڑ کر کیڑے پڑ گئے ایک بیوی رفیق رہی ۔ آخر میں وہ بیچاری بھی اکتانے لگی ۔ مگر ایوب جیسے نعمت میں شاکر تھے ۔ ویسے بلا میں صابر رہے ۔ جب تکلیف و اذیت اور دشمنوں کی شماتت حد سے گزر گئی ۔ بلکہ دوست بھی کہنے لگے ۔ کہ یقیناً ایوب نے کوئی ایسا سخت گناہ کیا ہے ۔ جس کی سزا ایسی ہی سخت ہو سکتی تھی ۔ تب دعا کی ۔ "رَبِّ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ" رب کو پکارنا تھا ۔ کہ دریائے رحمت امنڈ پڑا ۔ اللہ تعالیٰ نے مری ہوئی اولاد سے دگنی اولاد دی زمین سے چشمہ نکالا ۔ اسی سے پانی پی کر اور نہا کر تندرست ہوئے ۔ بدن کا سارا روگ جاتا رہا ۔ اور جیسا کہ حدیث شریف میں ہے ۔ سونے کی ٹڈیاں برسائیں ۔ غرض سب کچھ درست کر دیا ۔

حاصل

یہ ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے مصیبت کے دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے استدعا کی ۔ اور دور ہوئی ۔ اسی طرح ہر کلمہ گو کے لئے لازمی ہے ۔ کہ جب مصیبت آئے ۔ فقط اللہ تعالیٰ کو پکارے ۔ نہ کسی اور کو ۔

چوتھا شاہد

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی ہر حاجت روائی کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا

قولہ تعالیٰ (فَسَقٰی لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓی اِلَی الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ ۝

(سورۃ القصص رکوع ۳ پارہ ۲۰)

ترجمہ ۔ پھر ان کے جانوروں کو پانی پلا دیا ۔ پھر سایہ کی طرف ہٹ کر آیا ۔ کہا اے میرے رب تو میری طرف جو اچھی چیز اتارے میں اس کا محتاج ہوں

برادران اسلام

میں نے اپنے دعویٰ پر کہ ہر انسان اپنی ضروریات میں اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے ۔ حتیٰ کہ انبیاء علیہم السلام جو تقرب الی اللہ میں باقی تمام انسانوں سے اقرب الی اللہ ہیں ۔ وہ اپنی مصیبت کے وقت فقط اللہ تعالیٰ ہی کو امداد کے لئے پکارتے ہیں ۔ اور اس عنوان پر فقط ایک مرتبہ قرآن مجید سے شہادت کافی تھی ۔ چہ جائیکہ قرآن مجید سے چار مرتبہ شہادت پیش کر چکا ہوں ۔ اب تو ہر بھائی مسلمان کو یقین آجانا چاہئے ۔ وما علینا الا البلاغ

برادران اسلام

اگر قرآن مجید سے اتنے گواہ دینے پر بھی اپنی ضد سے باز نہیں آؤ گے ۔

تو پھر رسول اللہ صلی اللہ کی طرف سے

یہ اعلان واجب الاذعان سن لیجئے

قولہ تعالیٰ (قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُلْ لَّآ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِیْنَ ۝

(سورۃ الانعام رکوع ۷ پارہ ۷)

ترجمہ ۔ کہدو ۔ مجھے منع کیا گیا ہے اس سے کہ میں بندگی کروں ۔ ان کی جنہیں (اللہ تعالیٰ) کے سوا پکارتے ہو ۔ کہدو ۔ میں تمہاری خواہشات کے پیچھے نہیں چلتا ۔ کیونکہ میں اس وقت گمراہ ہو جاؤں گا ۔ اور ہدایت پانے والوں میں سے نہ رہوں گا ۔

اللھم اھدنا الصراط المستقیم

صراط الذین انعمت علیھم

نماز میں قرآن پڑھنا

عَنْ عَائِشَةَ رضی اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قِرَاءَةُ الْقُرْاٰنِ فِی الصَّلٰوةِ اَفْضَلُ مِنْ قِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ فِیْ غَیْرِ الصَّلٰوةِ وَقِرَاءَةُ الْقُرْاٰنِ فِیْ غَیْرِ الصَّلٰوةِ اَفْضَلُ مِنَ التَّسْبِیْحِ وَالتَّكْبِیْرِ وَالتَّسْبِیْحُ اَفْضَلُ مِنَ الصَّدَقَةِ وَالصَّدَقَةُ اَفْضَلُ مِنَ الصَّوْمِ وَالصَّوْمُ جُنَّةٌ مِّنَ النَّارِ ۔

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پڑھنا قرآن کا نماز میں بہتر ہے ۔ اس قرآن کے پڑھنے سے جو نماز میں نہ پڑھا جائے اور پڑھنا قرآن کا بغیر نماز کے بہتر ہے ۔ تسبیح و تکبیر سے اور تسبیح بہتر ہے ۔ صدقہ سے اور صدقہ بہتر ہے ۔ روزہ سے اور روزہ ڈھال ہے دوزخ کی

جناب ایم عبدالرحمن لودھیانوی (شیخوپورہ)

رموز اسرار اُمُّ القرآن

(۲)

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کہا تو سیدھے راستہ کی خواہش ظاہر کی اور صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ میں اس راستہ پر چلنے والوں انبیاء وصدیقین وشہداء وصالحین کا منعم علیہ ہونا بیان کردیا۔ اور انبیاء کی عصمت ثابت کردی اور اُن کا پیشوا اور رہبر ہونا بتلا دیا اور اُسی طرح اُن کے مقابلہ میں بُرے لوگوں کا حال بیان کردیا۔

علم فقہ کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) عبادات، کہ عبادت و استعانت ہر قسم کی خدا تعالےٰ ہی کو سزاوار ہے۔ نہ کسی کو سجدہ کرنا چاہئے۔ نہ رکوع اور نہ کسی اور کو بوقت حاجت پکارنا چاہئے۔ اسی سے ہر کام میں مدد مانگنی چاہئے اور مال وبدن میں ہر قسم کی عبادت اُسی کا حق ہے۔ پس ان سب باتوں کو اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ سے ثابت کردیا۔

(۲) دوسرے معاملات یعنی بیع وشراء، نکاح وطلاق، قرض وامانت وغیرہ جملہ احکام کو اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ میں واضح کر دیا۔ اور ہر امر ونہی فرض وواجب، مندوب ومکروہ حرام کا نتیجہ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ سے مُوکّد کردیا۔

علم طریقت اس علم کو اجمالاً اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ میں بیان کردیا۔ اور اس کی دونوں جانب افراط وتفریط کو غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ سے خوب واضح کردیا۔ پھر اہل طریقت کے تینوں مرتبوں کو بھی بیان کردیا کس لئے کہ طریقت کا مرتبہ ابتدائی ہے جس کے بغیر طریقت حاصل نہیں ہوتی اُس کو عبادت کہتے ہیں۔ سو اُس کو اِيَّاكَ نَعْبُدُ کے ساتھ تعبیر کردیا۔ اور اس کا درمیانی مرتبہ استعانت اور اس کو اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ سے واضح کردیا۔ اور انتہائی مرتبہ استقامت ہے۔ اور اس کو اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ میں ذکر کیا۔ اس علم میں بڑھ کر دو چیزوں کے حالات سے مطلع رہنا اصل ہے۔

(۱) نفس۔ جو ہر دم ہر طرح کی خواہشوں کی طرف رغبت دلاتا اور راہ راست سے ادھر اُدھر لے جاتا ہے۔ کہ جس کے مطیع کرنے کے لئے لوگ سخت ریاضت کرتے ہیں۔ بھوک، پیاس وغیرہ زائد تکلیفیں دے کر اس موذی کو مارتے ہیں۔ مگر خدا تعالےٰ نے غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ میں اس کی لگام کی دونو باگیں سالک کے ہاتھ میں دے دیں۔ یعنی در صُورتِ زیادتی غضب اور در صورت کمی ضلالت ہے۔ پس جو شخص ان دونوں باتوں کو ملحوظ رکھے گا۔ نفس کو ادھر اُدھر جانے نہ دے گا۔

(۲) قلب کہ جس کی سلامتی اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی نعمت ہے۔ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ۔ اس قلب کا کام شوق اور محبت ہے۔ جس کا دل محبت الٰہی سے معمور ہوگا۔ وہ مُراد کو پہنچ گیا۔ اس لئے اس سورۃ میں خدا تعالےٰ نے اپنے سے ہر قسم کی محبت پیدا کرنے کا طریقہ بتلا دیا۔ محبت ذاتیہ لفظ اللہ سے اور صفاتیہ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ سے تلقین کردی اور پھر اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ میں تو صاف صاف محبت پیدا کرنے کا طریقہ تعلیم کردیا۔ کہ جس سے محبانِ خدا اور خاصانِ کبریا سے ملنے کا بے حد شوق پیدا ہو۔ ؎

نالۂ من برسانید بمرغانِ چمن
کہ ہم آواز شما در قفسے افتادہ است

اور نہایت اشتیاق میں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کہا اب مومن کا دل محبت الٰہی سے ایسا بھر گیا۔ کہ اور کی جگہ بھی نہ رہی، اس قلب کی حفاظت پر تمام انبیاء و صدیقین تاکید کرتے چلے آئے ہیں۔ ؎

پاسبانی کن بسے در کوئے دل
زاں کہ دُزد انند در پہلوئے دل

واضح ہو کہ جن چیزوں کی اصلاح اہل طریقت کے نزدیک زیادہ ملحوظ ہے۔ وہ تین قوتیں ہیں۔ (۱) شہوت (۲) غضب (۳) ہوائے نفس قوت شہوت کو نفس بہیمی یا بہیمیت کہتے ہیں۔ اور اس کی کمی زیادتی جسم کی کمی زیادتی سے ہوتی ہے۔

اور غضب کو نفس سبعی اور سبعیت (درندگی) بھی کہتے ہیں۔ اور ہوا کو نفسِ شیطانی اور شیطانیت بھی کہتے ہیں۔ لیکن سب میں زیادہ تیز ہوا (خواہش) ہے کہ جو جسم کے پژمردہ ہونے سے بھی کم نہیں ہوتی اس کے بعد غضب ہے۔ پھر شہوت، آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ جب یہ تینوں صلاحیت پر آتی ہیں تو عفّت وحلم وغیرہ صفاتِ حمیدہ پیدا ہوتی ہیں۔ کہ جن کو عدالت کہتے ہیں۔ کہ جن کے سبب سے حضرت انسان ملائکہ سے فوقیت لے گئے اور خلیفہ بنائے گئے۔ مگر اسی طرح جب یہ قُویٰ خراب ہوتے ہیں۔ تو انسان کو درندہ، گدھا اور شیطان بنا دیتے ہیں پس شہوت سے حرص اور بخل پیدا ہوتا ہے اور غضب سے خود پسندی اور تکبّر، اور ہوا سے کفر اور بدعت اسی لئے کہتے ہیں۔ کہ شہوت سے انسان اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے اور غضب سے غیر پر، اور ہوا تو خدا تعالیٰ کی جناب میں بغاوت کرنے کا باعث ہوتی ہے۔ اسی لئے اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ آیا اور اس کی بخشش نہیں۔ اس کے بعد غضب کا نتیجہ حقوق العباد میں دست اندازی ہے وہ بھی بہ نسبت گناہ شہوانی کے زیادہ ہے اور جب یہ چند اوصاف رذیلہ جمع ہوجاتے ہیں۔ تو ان سے حسد پیدا ہوتا ہے۔ کہ جو سخت مرض روحانی ہے۔ پس جب ان اوصاف رذیلہ کا علاج کلام الٰہی اور کتاب آسمانی میں ضرور تھا۔ تو خدا تعالےٰ نے اپنے کلام بالخصوص اس سُورۃ میں ان کا علاج نہایت عمدگی سے فرمایا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ میں سب سے بڑھ کر مرض حسد کا تدارک کیا۔ اس لئے کہ جب بندہ خدا تعالےٰ کو رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ خیال کرے گا۔ اور ہر ایک نعمت کا مبداء فیاض، مالک اور عطا کنندہ اُسی کو سمجھے گا۔ تو پھر کسی کی نعمت دیکھ کر نہ جلے گا اور خدا تعالیٰ کے فیض وعام اور خوان بے دریغ کو دیکھ کر اس ناپاک خیال کو دل سے نکال دے گا۔ کیونکہ خدا کے دئے کو کون لے سکتا ہے؛ اور پھر کس کس کی نعمت کا زوال چاہے گا۔ ایک دو نہیں بلکہ تمام عالم اس انعام سے مالامال ہے۔

اور بخل کا علاج بھی ملاحظۂ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ سے بخوبی ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ہر نعمت کا پیدا کرنے والا خدا کو تصور کریگا تو اُس کی مِلک میں بخل کرنا قبیح ہوجائیگا اور غضب کو اپنی رحمت یاد دلاکر اور اپنا جلال اُخروی دکھا کر الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ سے فرو کر دیا۔ اس لئے کہ جب مضمون رحمت دل پر آیا۔ اور اس کے ساتھ شان کبریائی دل میں سمائی تو غضب کا فور ہوا۔ اور خود پسندی کا علاج اِيَّاكَ نَعْبُدُ سے کر دیا اس لئے جب عاجزانہ خدا کے آگے جھکا تمام خود پسندی رخصت ہوئی۔

اور تکبر اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ سے پست کر دیا اس لئے کہ جب عاجزانہ ہر کام میں اُس کی طرف ہاتھ پھیلانا بتلایا تو تکبر کو اڑا دیا۔

اور کفر و شرک اور بدعت کو اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ سے دُور کیا۔ اس لئے کہ ہر امر میں میانہ روی کفر و بدعت کے برخلاف ہے۔ پھر غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ سے کفر کا بدنتیجہ دکھا کر ڈرا دیا اور وَلَا الضَّآلِّيْنَ سے اہل بدعت کا انجام کار بتلا دیا۔

الغرض بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ میں تین اسمائے الٰہی سے ان تینوں بدصفات کو مٹایا کس لئے کہ جس نے اللہ کو جانا اس نے شیطان ہوا کو بھگا دیا۔ اور جس نے خدا کو جانا دل میں نرمی آئی، غضب و غصہ دور ہوا اور جس نے اُس کی رحیمی کا لحاظ کیا اپنی جان حزین کو شہوات کے ظلم سے محفوظ رکھا۔

اور الحمد کی سات آیتوں میں اُن سات خصلتوں کی اصلاح کر دی اور جو اُن تینوں سے پیدا ہوتی ہے۔

علم حقیقت یہ ایک روحانی مکاشفہ ہے اس کو بھی اس سورۃ میں بخوبی ذکر کر دیا۔ چنانچہ تمام اسرار ربوبیت کو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ میں بھر دیا گویا کہ عارف کے دل پر اس جملہ میں یہ منکشف کر دیا۔ کہ تمام عالم کی ہستی اور ہر چیز کا وجود اُس کے واجب الوجود کا پرتو اور اُس آفتاب حقیقی کی شعائیں ہیں اس عالم کی جس چیز کو دیکھے گا۔ تو مرتبۂ ذات میں معدوم پائے گا۔ اور خود بھی فرماتا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ

کس لئے کہ جب عارف اس مضمون کا (کہ تمام خوبیاں اُس ذات جامع الصفات کمالیہ کو جو کہ تمام عالموں کی ہر وقت پرورش اور تربیت کرتا ہے) مراقبہ کرے گا تو پھر اُس کی چشم حقیقت بین کے آگے اُس کے سوا کچھ اور دکھائی نہ دے گا۔

اور جب وہ اس مقام سے لے کر الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ تک تجلیات جلالیہ و جمالیہ کی سیر کرتا ہوا آئے گا۔ تو اُس کو مرتبۂ عِلْمُ الیقین حاصل ہو جائے گا۔ اور اس مرتبہ میں لطائف خمسہ (۱) نفس (۲) قلب (۳) روح خفی اخفی (۴) ضلال (گمراہی) (۵) استعانت وہدایت و استقامت و انعام کے ملاحظہ سے نہایت درجہ پر جاری ہو جائیں گے۔ اور پھر اُن کے ذریعہ سے ہر چیز کی حقیقت کَمَا ھِیَ معلوم ہونے لگے گی۔ اور حق الیقین کا مرتبہ نصیب ہو جائے گا۔ اور جب سیر الی اللہ سے فارغ ہو چکا تو سَیر مِنَ اللہ شروع کی اور اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝ میں امور آخرت اور اعمال کی حقیقت دریافت کرتا ہوا پھر وہیں لوٹ کر آگیا تو هُوَ الْاَوَّلُ هُوَ الْاٰخِرُ کی کیفیت منکشف (ظاہر) ہوگئی۔

خلاصہ جس طرح بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ میں سُورہ فاتحہ کا خلاصہ ہے اسی طرح سورہ فاتحہ میں قرآن اور تمام آسمانی کتابوں کے مضمون جمع ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے اجمالی طور پر اس سُورۃ میں بے شمار و علوم جمع کر دئے کہ جن کو تمام انبیاء اپنی کتابوں میں آدمؑ سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک جمع نہ کر سکے چنانچہ یہ بات آپ کو اوپر بخوبی معلوم ہوگئی۔ کہ علم شریعت، طریقت اور حقیقت جو دریائے ذخار ہیں۔ اس سورۃ میں کس خوبی کے ساتھ مذکور ہیں۔ مگر اس مسئلہ کی اور تشریح کرنی ضروری ہے۔

واضح ہو کہ بِسْمِ اللّٰهِ میں ذات اور بے شمار اسمائے الٰہی کی طرف اشارہ ہے۔ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ میں خدا تعالےٰ کی صفات کمالیہ کی طرف اشارہ ہے۔ اور اَلْحَمْدُ میں اُن نعمائے الٰہی کی طرف اشارہ ہے۔ کہ جن کا بیان کرنا محال ہے۔ خواہ وہ وجود آسمان و زمین، عناصر، کواکب اور انسان کی تندرستی، اناج، کپڑے اور چیزیں وغیرہ ہوں۔ کہ جن کے متعلق ہزارہا مسائل ہیں۔ چنانچہ انسان کے بدن کے متعلق تخمیناً پانچ ہزار مسئلے ہیں۔ جن کو اطبّاء بھی جانتے ہیں۔ اور رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ میں تربیت کی ہزارہا اقسام کہ کیونکر تربیت ہوتی ہے۔ حیوانات، نباتات، جمادات کے اصناف و انواع ہی کی تربیت کو لکھا جائے۔ تو سینکڑوں کتابیں بنیں

پھر عالم کے اقسام ارواح و اجسام شہودی و مثالی و اعراض و جواہر کا جاننا ہزاروں مسائل حکمت سے متعلق ہیں۔ اور الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ میں دنیا و آخرت کے متعلق وہ صدہا باتیں ہیں۔ کہ جو انسان کی حالت سے متعلق ہیں۔ اجمالاً مذکور ہیں اور مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ میں ابدان سے جدا ہونے کے بعد نفوس کی بقا اور ان کی سعادت و شقاوت کی طرف وہاں کے عذاب و ثواب اور مرنے کے بعد زندہ ہونے اور نفخ صور، وقوف عرصات (میدان حشر) و حساب، میزان، دوزخ و جنت کے درجات اور انبیاء وصدیقین و دیگر اولیاء کی شفاعت کی طرف اجمالاً اشارہ ہے۔

اِيَّاكَ نَعْبُدُ میں عبادت کے اقسام قلبی و قالبی، مالی و بدنی کی طرف اشارہ ہے۔ اور اُن کے ارکان و شروط کی طرف کہ جن کا ذکر کُتب فقہ و سلوک و اوراد و اشغال کے رسائل میں ہیں۔

اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ میں تمام معونتوں (امدادوں) اور دُنیا کی جمیع صنعتوں اور پیشوں کے بیان کرنے کے لئے ایک دفتر چاہئے۔ تاکہ پورے طور پر مستعانات الٰہی کا حال معلوم ہو۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ میں تو اس قدر بے شمار علوم حکمیہ کی طرف اشارہ ہے۔ کہ جن کا کچھ شمار ہی نہیں کس لئے کہ دنیاوی امور بیاہ شادی، مرنے جینے، بیع و شراء و لین دین میں صراط مستقیم ہی ایک دریائے بے کنار ہے۔

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ میں مباحث نبوات اور ولایت کی طرف اور انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں اور ان کے عقائد و حالات اور سرگزشت کی طرف اشارہ ہے

غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ میں تمام کفار اور مشرکین کے حالات اور کل بدعتیوں کی سرگزشت اور اُن کے مذاہب باطلہ اور عقائد فاسدہ اور خراب چال چلن کی طرف اشارہ ہے۔

الحاصل مبداء، معاد، ملت، شریعت الٰہیات، طبعیات تاریخ انبیاء و صلحاء مخالفین کے حالات وغیرہ ہا بے شمار علوم خدا تعالےٰ نے اجمالاً بترتیب اس سورۃ میں جمع کر دئے ہیں۔

(ماخوذ از تفسیر حقانی)

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔

عبادت کو مقدم اور استعانت کو مؤخر کرنے میں اسرار۔

۱۔ یہ کہ اول بادشاہوں کے حضور میں پہلے کوئی تعظیم اور کچھ ہدیہ پیش کر کے عرض حال اور سوال کیا کرتے ہیں۔ فطرت سلیمہ

کا یہی تقاضا ہے۔ عبادت وسیلہ ہے استعانت کا۔

۲۔ نفس کو عبادت الٰہی سے ایک بڑا رتبہ حاصل ہوتا ہے۔ اس میں ایک قسم کی خود پسندی پیدا ہونے کا احتمال تھا۔ اسی لئے اس کے بعد اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ بھی کہدیا۔ کہ یہ عبادت بھی تیری مدد اور استعانت سے ہوتی ہے۔ تاکہ اس مرض کا علاج ہو جائے۔

۳۔ عبادت و استعانت لازم و ملزوم ہیں۔ استعانت اُسی سے چاہتے ہیں۔ کہ جس کی عبادت کرتے ہیں کیونکہ عبادت کا وہی مستحق ہے۔ کہ جو خالق، مربی اور ہر طرح کی قدرت و اختیار رکھتا ہو اور وہی مستحق طلب اعانت ہے۔

مرتبۂ عبودیت بھی دو باتوں سے کامل ہوتا ہے۔ اول یہ کہ عبادت کرے دوم یہ کہ اپنے آپ کو محتاج سمجھ کر ہر کام میں اسی سے مدد مانگے۔

یہ عبادت کا تکملہ ہے۔ پوری اور اصلی عبادت جب ہی پائی جاتی ہے کہ جب ہمہ تن عجز و انکسار ہو کر اُس کے آگے ہاتھ پھیلائے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ دُعا عبادت کا مغز ہے۔ اسی لئے ہر عبادت کے ساتھ دعا کا مانگنا اسلام میں لازم قرار دیا گیا۔ اسی لئے حکماء کا قول ہے۔ کہ جب بندہ دعا کرتا ہے۔ تو عرش الٰہی کو جنبش ہوتی ہے یعنی بندے اور خدا میں جو واسطہ اور رابطہ ہے۔ وہ زندہ ہوتا ہے اور اسی لئے اس کے بعد اکثر بندہ کا مقصود خدا تعالیٰ عطا بھی کرتا ہے اِیَّاکَ نَعْبُدُ سے بندہ کو عبادت کا اختیار ثابت ہوتا ہے۔ اور دوسرا فریق کارخانہ خالقیت میں حصہ پیدا کرتا ہے ان کی اصلاح کے لئے اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ فرمایا کہ جس سے بندہ کا محتاج ہونا ثابت ہوتا ہے۔

دُعا

خدا اور بندے میں ایک ایسا عمدہ ارتباط ہے۔ کہ اس سے بڑھ کر پھر کوئی واسطہ نہیں اس لئے کہ دُعا میں دو باتیں ضروری ہوتی ہیں ایک اپنی عاجزی اور فرو ماندگی کا اظہار اور کسی مقصود کا سوال دوسرے خدا تعالیٰ کی دل سے عظمت اور اُس کی جناب میں کامل درجہ کا اعتقاد، گویا دُعا پوری عبودیت کا اظہار اور اُس کی الوہیت کا اقرار ہے۔ کہ جو دل اور زبان سے ادا کر رہا ہے اور اعضاء سے اُس کی شہادت دے رہا ہے۔

حدیث۔ دُعا سے زیادہ خدا کے نزدیک کوئی چیز بڑی نہیں (ترمذی وابن ماجہ)

پس دُعا جس طرح بندہ کی روح کو جنبش دیتی ہے۔ اسی طرح رحمت الٰہی کو حرکت دیتی ہے۔ جس سے خدا تعالےٰ یا تو کسی آنے والی مصیبت کو ٹال دیتا ہے۔ یا اس کام کے اسباب پیدا کر کے اُس کو پورا کر دیتا ہے۔

آداب دُعا

۱۔ خداوند تعالےٰ کی حمد وثناء کرنی چاہئے جیسا کہ اَلْحَمْدُ سے لے کر مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ تک پایا جاتا ہے۔

۲۔ پھر اپنا اخلاص اور نیاز ظاہر کرنا چاہئے۔ جیسا کہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ سے ظاہر ہے۔

۳۔ پھر دُعا کرنی چاہئے۔ جیسا کہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ سے ظاہر ہے۔ مگر ایسے بادشاہ حقیقی سے دُعاء بھی وہ کرنی چاہئے۔ جو تمام دینی و دنیاوی امور کو حاوی ہو۔

اور اسی حکمت بالغہ سے ہر نماز میں دو بار اس سورۃ کا پڑھنا واجب ٹھہرا خدا تعالےٰ نے اپنے عاجز بندوں کو کیا ہی عمدہ دُعا سکھلائی ہے۔

فصاحت، بلاغت اور سلاست الفاظ اس سورۃ میں بیان سے باہر ہے۔

صراط مستقیم۔ صراط مستقیم درمیانی راستہ کو کہتے ہیں۔ ہر درمیانی راہ کی دو طرف مخالفت ہوتی ہے۔ ایک افراط اور دوسری تفریط۔ پس یہ دو ہوئے اور ایک درمیانی حالت، یہ تین راستے نکل آئے اس لئے سب سے مقدم درمیانی رستہ کو صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ سے واضح کیا۔ صِرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ وہ ہے کہ جس پر چلنے سے نیک نتیجہ پیدا ہو اور وہ خدا کی نعمت ہے۔ پس جس راستے پر نیک نتیجہ مرتب نہ ہو۔ وہ صِرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ نہیں۔ کیونکہ صِرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ہوتا تو مطلوب حاصل ہوتا۔ یہ نشان صراط مستقیم وہ ہے۔ جس کو ہر شخص تسلیم کرتا ہے۔ اور جو لوگ طبع سلیم رکھتے ہیں۔ وہ بھی جانتے ہیں کہ درحقیقت خدا کا کامل انعام انبیاء صدیقین، شہداء اور صالحین پر ہے اس لئے ان کی پیروی اور تقلید واجب ہوئی اور عہد آدمؑ سے لے کر اس وقت تک آپ جس قدر بنی آدم کو دیکھیں گے اکثر کو ان چاروں گروہوں کا مقلد و متبع پس مخاطب کے لئے صراط مستقیم ثابت کرنے کے لئے اس جملہ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ سے بڑھ کر اور کوئی دلیل نہیں اَللّٰھُمَّ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ (آمین)

دین و دنیا کی بھلائی

عَنْ اَیْفَعَ بْنِ عَبْدِ الْکَلَاعِیِّ قَالَ قَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَیُّ سُوْرَۃٍ مِّنَ الْقُرْاٰنِ اَعْظَمُ قَالَ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ قَالَ فَاَیُّ اٰیَۃٍ فِی الْقُرْاٰنِ اَعْظَمُ قَالَ اٰیَۃُ الْکُرْسِیِّ اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ قَالَ فَاَیُّ اٰیَۃٍ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ تُحِبُّ اَنْ تُصِیْبَکَ وَاُمَّتَکَ قَالَ خَاتِمَۃُ سُوْرَۃِ الْبَقَرَۃِ فَاِنَّھَا مِنْ خَزَآئِنِ رَحْمَۃِ اللّٰہِ تَعَالٰی مِنْ تَحْتِ عَرْشِہٖ اَعْطَاھَا ھٰذِہِ الْاُمَّۃَ لَمْ تَتْرُکْ خَیْرًا مِّنْ خَیْرِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ اِلَّا اشْتَمَلَتْ عَلَیْہِ رَوَاہُ الدَّارِمِیُّ

ایفع بن عبدالکلاعیؒ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کون سی سورۃ قرآن میں سب سے بڑی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ قل ھو اللہ احد پھر اس نے پوچھا اور کون سی آیت بڑی ہے۔ فرمایا آیتہ الکرسی اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم پھر پوچھا۔ یا رسول اللہ تم اپنے لئے اور اپنی اُمت کے لئے کون سی آیت پسند کرتے ہو۔ فرمایا۔ سورہ بقرہ کو ختم کرنے والی آیتیں پس یہ آیتیں نازل ہوئی ہیں۔ خدا کے خزانہ رحمت سے۔ خدا کے عرش کے نیچے سے۔ اور دی گئی ہیں۔ یہ آیتیں میری اُمت کو (اس لئے کہ) شامل ہیں یہ دین و دنیا کی بھلائیوں کو یعنی ان میں دین و دنیا کی ساری بھلائیاں پائی جاتی ہیں۔

جناب ایم عبدالرحمن صاحب لودھیانوی (شیخوپورہ)

آیتِ تطہیر کی تحقیق

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا (پ ۲۲ ع ۱)

ترجمہ۔ اے نبی کے گھر والو!
اللہ یہی چاہتا ہے۔ کہ تم سے
گندی باتیں دور کرے اور تم
کو ستھرا کردے ایک ستھرائی سے۔

یہاں تطہیر سے مراد عام گندگی کا دور کرنا نہیں ہے۔ بلکہ تطہیر سے مراد تہذیب نفس، تصفیۂ قلب اور تزکیۂ باطن کا وہ اعلیٰ مرتبہ ہے۔ جو اولیاء کاملین کو حاصل ہوتا ہے۔ اور جس کے حصول کے بعد وہ انبیاء کی طرح معصوم تو نہیں بن جاتے ہاں محفوظ کہلاتے ہیں۔ چنانچہ لفظ یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ الخ فرمانا اور اَرَادَ اللّٰہُ نہ فرمانا۔ خود اس کی دلیل ہے۔ کہ اہل بیت کے لئے عصمت ثابت نہیں۔

نظم قرآن میں تدبّر کرنے والے کو ایک لمحہ کے لئے اس میں شک و شبہ نہیں ہوسکتا کہ یہاں اہل بیت کے مدلول میں ازواج مطہرات یقیناً داخل ہیں۔ کیونکہ آیت مذکورہ سے پہلے اور پیچھے پورے رکوع میں تمام تر خطابات اُنہی سے ہوئے ہیں۔

بہرحال اہل بیت میں اس جگہ ازواج مطہرات کا داخل ہونا یقینی ہے۔ بلکہ آیت کا خطاب اولاً اُن ہی سے ہے۔ لیکن چونکہ اولاد و داماد بھی بجائے خود اہل بیت (گھر والوں) میں شامل ہیں۔ بلکہ بعض حیثیت سے وہ اس لفظ کے زیادہ مستحق ہیں۔ جیسا کہ مسند احمد کی ایک روایت میں اَحَقُّ کے لفظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس لئے آپ کا حضرت فاطمہ، حضرت علی، حسن اور حسینؓ رضی اللہ عنہم کو ایک چادر میں لے کر اَللّٰھُمَّ ھٰؤُلَاءِ اَھْلُ بَیْتِیْ وغیرہ فرمانا، یا حضرت فاطمہؓ کے مکان کے قریب گزرتے ہوئے اَلصَّلٰوۃُ اَھْلَ الْبَیْتِ یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ الخ سے خطاب کرنا اس حقیقت کو ظاہر کرنے کے لئے تھا۔

گو آیت کا نزول بظاہر ازواج کے حق میں ہو اور اُن ہی سے تخاطب ہو رہا ہے مگر یہ حضرات بھی بطریق اولیٰ اس لقب کے مستحق اور فضیلت تطہیر کے اہل ہیں۔ باقی ازواج مطہرات چونکہ خطاب قرآنی کی اولین مخاطب تھیں اس لئے اُن کی نسبت اس قسم کے اظہار اور تصریح کی ضرورت نہیں سمجھی گئی

وَاذْکُرْنَ مَا یُتْلٰی فِیْ بُیُوْتِکُنَّ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰہِ وَالْحِکْمَۃِ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ لَطِیْفًا خَبِیْرًا ۵ پ ۲۲ ع ۱

ترجمہ۔ اور یاد کرو جو تمہارے گھروں
میں اللہ کی اور عقلمندی کی باتیں پڑھی
جاتی ہیں۔ بے شک اللہ بھید جاننے والا
خبردار ہے۔

(مطلب) قرآن و سنت میں جو اللہ کے احکام اور دانائی کی باتیں ہیں۔ اُنہیں سیکھو، یاد کرو، دوسروں کو سکھاؤ اور اللہ کے احسان عظیم کا شکر ادا کرو کہ تم کو ایسے گھر میں رکھا جو حکمت کا خزانہ اور ہدایت کا سرچشمہ ہے قرآن کی آیتوں میں بڑے باریک بھید اور پتے کی باتیں ہیں۔ اور وہی جانتا ہے کہ کون اس امانت کے اٹھانے کا اہل ہے اس نے اپنے لطف و مہربانی سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے لئے اور تم کو اُن کی زوجیت کے لئے چُن لیا کیونکہ وہ ہر ایک کے اصول و استعداد کی خبر رکھتا ہے۔ کوئی کام یونہی بے جوڑ نہیں کر سکتا۔ (مولانا عثمانیؒ)

تفسیر حقانی

ترجمہ۔ اے اہل بیت (نبی کے گھر والو یعنی بیویو) اِن احکام سے اللہ تم کو پاک کرنا اور تمہاری ناپاکی دور کرنا چاہتا ہے۔

(مطلب) مَیل کُچیل ظاہری کے علاوہ انسان کی اخلاقی مَیل کُچیل بھی ہوتی ہے جو مکارم اخلاق اختیار کرنے، ذکر الٰہی اور اس کے احکام پر عمل کرنے سے دور ہوتی ہے۔ وہ کسی دریا، کوئیں کے پانی یا کسی مسالہ یا صابون سے دور نہیں ہوتی؟

اہل بیت کی تحقیق

یعنی گھر والے، اور اصطلاح میں خصوصاً عرب کے عُرف میں اس لفظ کا اطلاق خاص بیوی پر ہوتا ہے۔ گو گھر میں بیٹا، بیٹی پوتا، نواسہ بھی ہوتے ہیں۔ اور اسی طرح نوکر چاکر بھی، اور اسی طرح قرآن مجید میں ایک جگہ یہی اہل بیت کا لفظ خاص حضرت ابراہیمؑ کی بیوی سارہؑ پر بھی مستعمل ہوا ہے

اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ رَحْمَتُ اللّٰہِ وَبَرَکٰتُہٗ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ (پ ۱۲ ع ۷)

ترجمہ۔ (کیا تو تعجب کرتی ہے۔ اللہ کے حکم سے۔ اللہ کی رحمت ہے۔ اور برکتیں ہیں تم پر اے گھر والو!

اور عرب بولتے ہیں۔ کَیْفَ اَھْلُکَ یعنی گھر والی کی خیریت پوچھتے ہیں۔ ہمارے عُرف میں بھی اہل خانہ گھر والی بیوی کو کہتے ہیں۔

اس لئے علمائے اسلام کا ایک جم غفیر اس کا قائل ہوا ہے۔ کہ مذکورہ آیت میں اہل بیت سے مراد آنحضرتؐ کی بیویاں ہیں۔ جس کو کچھ بھی قرآنی مذاق ہے۔ وہ سیاق و سباق میں نظر کرکے اس بات کو جلد تسلیم کرسکتا ہے۔

ابن عباس و عکرمہ و عطاء و کلبی و مقاتل و سعید بن جبیرؓ اسی کے قائل ہیں ابو سعید خُدری و مُجاہد و قتادہ اور کل اہل شیعہ یہ کہتے ہیں۔ کہ اہل بیت سے مراد اس جگہ علیؓ، فاطمہؓ حسنؓ اور حسینؓ ہیں۔ ان کی ایک دلیل یہ بھی ہے۔ کہ عَنْکُمْ وَیُطَھِّرَکُمْ مذکّر کے صیغے ہیں۔ جو ازواج مطہرات پر اطلاق نہیں کئے جاتے اس کا جواب ان کی طرف سے یہ ہے کہ لفظ اہل کی رعایت سے تذکیر کے صیغے کلام میں آجایا کرتے ہیں۔ جیسا کہ اس آیت میں جو حضرت ابراہیمؑ کی بیوی پر اہل البیت کا اطلاق ہوا ہے۔ وہاں بھی عَلَیْکُمْ مذکّر کا صیغہ ہے۔

اب فریقین کے وہ دلائل کہ جن سے ہر ایک نے اپنے مطلب کو ثابت کیا ہے۔ روایات و احادیث و اقوال ہیں جن کا ہر ایک فریق نے ڈھیر لگا دیا ہے پھر ہر ایک نے دوسرے کے راویوں میں کلام کیا ہے۔ اور پھر ہر ایک فریق

نے اس کا جواب دیا ہے۔ جو بوجہ خوف طوالت یہاں ترک کیا جاتا ہے

مگر فریق ثانی کی ایک حدیث بڑی زور آور ہے۔ جس کو اُم سلمہ و عائشہ و واثلہ بن الاسقع سے بطُرق مختلفہ ترمذی و ابن المنذر و حاکم و ابن مردویہ و بیہقی و ابن ابی حاتم و طبرانی و ابن ابی شیبہ و احمد و مسلم نے اپنی کتابوں سے نقل کیا ہے۔ گو اُس کے بعض طُرق محدثین کے نزدیک قابل اعتبار نہیں ہیں۔

خلاصہ حدیث یہ ہے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہؓ و علیؓ و حسنؓ و حسینؓ کو ایک سیاہ کملی میں لپٹا کر کہ جس کو آپ اوڑھے ہوئے تھے۔ یہ آیت پڑھی اور پھر یہ کہا اَللّٰھُمَّ ھٰٓؤُلَاءِ بَیْتِیْ اَللّٰھُمَّ اَذْھِبْ عَنْھُمُ الرِّجْسَ وَ طَھِّرْھُمْ تَطْھِیْرًا۔ اے اللہ! یہ لوگ میرے اہل بیت ہیں۔ ان کی ناپاکی دور کردے۔ اور ان کو پاک کردے۔

اور ایک حدیث انہی لوگوں نے یہ بھی روایت کی ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز کو جب مسجد میں جاتے تھے۔ تو فاطمہؓ کے گھر کھڑے ہوکر یا اہل بیت الصلوٰۃ الصلوٰۃ کہہ کر یہ آیت پڑھتے تھے۔

اور مسلم نے زید بن ارقم سے روایت کیا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ میں تم کو اپنے اہل بیت کے حق میں اللہ کو یاد دلاتا ہوں۔ یعنی اُن کی مراعات رکھنا۔ زید سے کسی نے پوچھا اہل بیت کون ہیں؟ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں ان کی اہل بیت نہیں ہیں؟ کہا آپ کی بیویاں آپ کی اہل بیت ہیں۔ لیکن آپ کے اہل بیت وہ لوگ ہیں کہ جن پر صدقہ حرام ہے۔ علی، عقیل، جعفر و عباس کی اولاد۔

مگر ان تینوں حدیثوں سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ خاص علیؓ و فاطمہؓ و حسنینؓ ہی اہل بیت ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں اہل بیت نہیں ہیں۔

قول فیصل یہ ہے کہ در اصل اہل بیت تو ازواج مطہرات ہی ہیں۔ اور ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیارے فرزندوں کو بھی شامل فرما لیا۔ اور کیوں نہیں، بال بچے اور بہت قریب کے عزیز و اقارب بھی گھر ہی کے لوگ شمار ہوتے ہیں۔

پس اعتقاد صحیح اور محبت خالص یہی ہے۔ کہ ازواج مطہرات اور ان پاکباز لوگوں کو بھی اہل بیت سمجھ کر ان کا تہ دل سے ادب کرے۔ جن میں حضرت عائشہ صدیقہ اور فاطمہ زہرا اور حسنین بھی داخل ہیں۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین

تفسیر بیان القرآن

اس مقام پر جو لفظ اہل بیت تطہیر میں آیا ہے۔ سیاق وسباق کے دیکھنے سے بالیقین اس کا مصداق ازواج مطہرات ہیں۔ چنانچہ ابن عباسؓ کا قول اسی آیت تطہیر میں ہے۔ نَزَلَتْ فِیْ نِسَاءِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَاصَّۃً۔ اور عکرمہ کا قول ہے۔ مَنْ شَاءَ بَاھَلْتُہٗ اِنَّھَا نَزَلَتْ فِیْ اَزْوَاجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اور یہ بھی عکرمہ نے کہا لَیْسَ بِالَّذِیْ تَذْھَبُوْنَ اِلَیْہِ اِنَّمَا ھُوَ نِسَاءُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھٰذَا کُلُّہٗ فِی الدُّرِّ الْمَنْثُوْرِ

پس اس میں تو کوئی شبہ نہیں۔ اور عَنْکُمْ میں ضمیر مذکر یا تو باعتبار حضورؐ کے مبنی بر تغلیب ہے۔ و یا بہ اعتبار لفظ اہل کے ہے۔ جیسے قَالَ لِاَھْلِہِ امْکُثُوْآ۔

اب رہا حضرات اہل عباء اس کا مصداق* نہ ہونا جیسا کہ ایک حدیث میں ہے۔ کہ حضرت سلمہؓ نے بھی کملی میں آنا چاہا۔ تو آپ نے فرمایا۔ اِنَّکِ عَلٰی خَیْرٍ اور ان کو داخل نہیں کیا سو اس میں محقق بات یہ ہے کہ آیت اور حدیث میں اہل بیت کا مفہوم متحد نہیں۔ بلکہ حدیث میں تو عترت مراد ہیں۔ اور آیت میں یا تو عام مراد ہے۔ جس کی ایک نوع تو آیت ہی کی مدلول ہے۔ اور اور دوسری نوع کا مدلول ہونا آپؐ نے اپنے اس فعل سے ظاہر فرما دیا۔ اور حضرت اُمّ سلمہؓ کا داخل نہ کرنا اس لئے ہوگا کہ تمہارا تو مدلول آیت ہونا ظاہر ہی ہے۔ جن کا خفی ہے اُن کو ظاہر کرتا ہوں۔ پھر تم کو اس کا اہتمام کیا ضرور؟ اور خیر سے یہی مدلولیت مراد ہوگی یا آیت میں صرف حضرات ازواج مراد ہیں۔ اس صورت عبا میں داخل فرمانا۔ اور آیت پڑھنا یا آیت کے مناسب الفاظ سے دُعا کرنا بطور علم اعتبار کے ہوگا جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر میں آیت فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِیْنَ پڑھ دی تھی۔ جس کا نزول مشرکین کے حق میں ہے۔ اور جیسا شاہ ولی اللہؒ نے مسئلہ قدر میں ایک آیت فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی الخ کا پڑھ دینا اسی پر محمول کیا ہے کذا فی الفوز الکبیر۔ پس مطلب یہ ہوگا۔ کہ اے اللہ! ایک نوع اہل بیت کی یہ بھی ہے۔ ان کے لئے بھی میں دعا کرتا ہوں اور دُعا میں اذھاب رجس اور تطہیر سے تطہیر تکوینی مراد ہونا یہ اور زیادہ موئد ہے۔ اس دعویٰ کا کہ یہ ادخال بطور علم اعتبار کے ہے۔ کیونکہ آیت میں تطہیر تشریعی مراد ہے اور حدیث میں وہ مراد نہیں ورنہ اس دعا کے کوئی معنی محصل نہ ہوں گے۔ اور اس صورت میں انک علی خیر سے یہ مقصود ہونا کہ تم اہلبیت سے نہیں ہو اصلا محل اشکال نہیں۔ یعنی اس نوع سے نہیں ہو۔ جو اس وقت مراد ہے۔

اور یہی مطلب ہے۔ حضرت زید بن ارقم کے ارشاد کا کہ اہل بیت وہ ہیں۔ جن پر صدقہ حرام ہے۔ یعنی عترت جب اُن سے اہل بیت کے معنے پوچھے گئے۔ (رواہ مسلم)

پس قرینہ سوال سے اُنہوں نے یہ معنی فرمائے باقی نہ اُن سے آیت کی تفسیر پوچھی گئی۔ اور نہ انہوں نے آیت کے متعلق یہ ارشاد فرمایا۔

پس ازواج کا اہل بیت نہ ہونا۔ اُن کے قول سے ثابت نہیں چنانچہ اسی روایت میں یہ بھی اُن کا ہی قول ہے نِسَاءُہٗ مِنْ اَھْلِ بَیْتِہٖ بلکہ معالم میں تو بسند متصل حضرت اُمّ سلمہؓ کے اس سوال پر "کہ میں اہل بیت سے نہیں ہوں"؟ خود ارشاد نبوی مروی ہے۔ بلیٰ اِنْشَاءَ اللہ تعالیٰ

غرض لفظ اہل بیت کے دو مفہوم ہیں۔ ایک ازواج دوسرے عترت اور خصوصیت قرائن سے کسی مقام پر ایک مفہوم مراد ہوتا ہے۔ کہیں دوسرا اور کہیں عام بھی مراد ہوسکتا ہے۔

پس آیت میں ظاہرًا مفہوم اول مراد ہے۔ اور مفہوم ثالث بھی محتمل ہے اور حدیث ثقلین و حُرمت صدقہ و حدیث عبا میں دوسرا مفہوم مراد ہے۔ پس اس تحقیق کے بعد نہ آیت میں اشکال ہے۔ نہ کسی

* [illegible] آپ نے آنحضرت کو کملی میں لپیٹ کر فرمایا۔ اللّٰھم ھؤلاء اہل بیتی واذھب عنھم الرجس و طھرھم تطھیرا [illegible] ازواج مطہرات کا مصداق

حدیث میں باہم تعارض اور نہ اہلِ حق پر کسی کا کوئی شبہ وارد ہے - اور نہ اہلِ حق کو کسی جگہ تکلف و تاویل کی حاجت ہے -

(بیان القرآن)

ارشاداتِ نبوی

(۱) حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کہتے ہیں جب آیت فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَاءَنَا وَاَبْنَاءَكُمْ الخ نازل ہوئی تو رسول پاک نے حضرت علیؓ کو جنابہ سیدہ کو اور امام حسنؓ و امام حسینؓ کو بلایا اور فرمایا - الہٰی یہی میرے اہل بیت ہیں -

(۲) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں - ایک روز صبح کو رسول پاک سیاہ نقشین کملی اوڑھے ہوئے برآمد ہوئے اتنے میں حسن بن علیؓ آگئے حضور نے ان کو کمبل میں داخل کرلیا - پھر حسینؓ آئے تو ان کو بھی داخل کرلیا - پھر جنابہ سیدہ (حضرت فاطمہؓ تشریف لائیں) ان کو بھی داخل کرلیا اس کے بعد آیت تلاوت فرمائی - لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا -

(۳) حضرت زید بن ارقم کہتے ہیں - ایک بار رسول پاکؐ نے مکہ و مدینہ کے درمیان خُم نامی پانی پر کھڑے ہوکر ایک تقریر فرمائی - خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا اور وعظ و نصیحت کے بعد فرمایا لوگو! میں بھی محض ایک انسان ہوں قریب ہے - کہ میرے رب کا پیامبر میرے پاس آئے گا - اور میں اس کے بلاوے کو قبول کر لوں گا - میں تم میں دو عظیم الشان چیزیں چھوڑتا ہوں - ایک تو کتاب اللہ جس کے اندر ہدایت و نُور ہے - تم اس پر عمل کرو - اور اسی سے عقائد و اعمال کا استنباط کرو - راوی کا بیان ہے - کہ حضور والا نے کتاب اللہ پر عمل پیرا ہونے کی خوب ترغیب دی - پھر فرمایا - دوسرے میرے اہلبیت ہیں - میں اپنے اہل بیت کے حقوق کی نگہداشت اور ان کی پاسداری کی تم کو نصیحت کرتا ہوں - ایک روایت میں ہے - کہ پہلی چیز کتاب اللہ ہے - جو خدا تعالیٰ کی رسی ہے - جو شخص اس کے پیچھے لگا رہے گا - وہ ہدایت پروردگار پر ہوگا - اور جو اس کو چھوڑ دے گا وہ گمراہی پر ہوگا -

(۴) حضرت جابرؓ کہتے ہیں - میں نے دیکھا کہ حضور والا حج میں بروز عرفہ قصوی اونٹنی پر سوار ہوکر دوران خطبہ میں فرمارہے تھے - لوگو! میں نے تم میں ایسی چیز چھوڑی ہے - کہ اگر اس کو پکڑے رہوگے تو گمراہ نہ ہوگے - یعنی قرآن اور اپنی عترت یعنی اہل بیت -

اہل بیت سے محبت

(۱) حضرت مسور بن مخرمہ کہتے ہیں - رسول پاکؐ نے ارشاد فرمایا - فاطمہؓ میرے بدن کا ایک پارہ ہے - جو اسے ناراض کرے گا - وہ مجھے ناراض کرے گا - ایک روایت میں اتنا اور ہے - کہ جو چیز فاطمہؓ کو بے چین کرتی ہے وہ مجھے بے چین کرتی ہے - اور جو چیز فاطمہؓ کو دکھ دیتی ہے وہ مجھے دکھ دیتی ہے -

(۲) حضرت براء ابن عازبؓ کہتے ہیں - میں نے دیکھا کہ حضور اقدس کے دوش مبارک پر حضرت حسن سوار ہیں - اور حضور فرما رہے ہیں - الہٰی میں اس سے محبت کرتا ہوں - تو بھی اس سے محبت کر -

(۳) حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں - کہ میں دن کے کسی حصہ میں رسول اللہؐ کے ساتھ ساتھ کاشانۂ نبوت سے نکلا - یہاں تک کہ حضور والا جناب سیدہ کے مکان میں تشریف لائے - اور فرمایا کیا لڑکا ہے - کیا لڑکا ہے - یعنی امام حسنؓ تھوڑی دیر نہ گزری تھی - کہ حضرت حسینؓ دوڑتے آئے - اور حضور والا کے گلے سے لگ گئے - رسول پاکؐ نے فرمایا - الہٰی میں اس سے محبت کرتا ہوں - تو بھی اس سے محبت کر اور اس شخص سے بھی محبت کر جو اس سے محبت کرے

(۴) حضرت ابوبکرؓ کہتے ہیں - میں نے دیکھا رسول پاکؐ منبر پر تشریف فرما ہیں - اور حضرت حسنؓ حضور کے پہلو میں موجود ہیں - آپ کبھی لوگوں کی طرف دیکھتے ہیں - اور کبھی حسن کی طرف اور فرماتے ہیں میرا یہ بیٹا سید ہے اور امید ہے کہ خدا تعالیٰ اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرا دے گا -

(۵) حضرت ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں - رسول پاکؐ نے ارشاد فرمایا - کہ حسنؓ و حسینؓ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں -

(۶) حضرت یعلیٰ ابن مُرہ کہتے ہیں - حضور گرامی نے فرمایا - حسینؓ مجھ سے ہے اور میں حسینؓ سے ہوں - جو حسینؓ سے محبت کرے خدا اس سے محبت کرے (مشکوٰۃ مناقب اہل بیت)

سورۂ شفا

عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ فَاتِحَةِ الْكِتٰبِ شِفَاءٌ مِّنْ كُلِّ دَاءٍ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ

حضرت عبدالملک بن عمیرؓ مرسلاً روایت کرتے ہیں - کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاتحۃ الکتاب یعنی سورہ الحمد شفا ہے ہر بیماری سے -

سورۂ آل عمران کے فضائل

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ مَنْ قَرَأَ اٰخِرَ اٰلِ عِمْرَانَ فِيْ لَيْلَةٍ كُتِبَ لَهٗ قِيَامُ لَيْلَةٍ۔

حضرت عثمانؓ بن عفان کہتے ہیں - کہ جو شخص پڑھے رات کو آخر سورۂ آل عمران کا لکھا جاتا ہے - اس کے لئے ثواب رات کے قیام کا - یعنی تہجد کا -

سورۂ آل عمران کی استغفار

عَنْ مَكْحُوْلٍ قَالَ مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ اٰلِ عِمْرَانَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلٰٓئِكَةُ اِلَى اللَّيْلِ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ

حضرت مکحولؒ کہتے ہیں - کہ جو شخص جمعہ کے دن سورہ آل عمران کو پڑھے اس کے لئے فرشتے رات تک دعا و استغفار کرتے ہیں

مرسلہ عبد الرحمن صاحب لودھیانوی (شیخوپورہ)

قرآنِ کریم کے مترجم اور مفسّر کیلئے ضروری شرائط

مَقالَہ اَزْ حضرتْ مَوْلَانَا مُحَمَّدْ اِدْرِیْسْ صَاحِبْ کَانْدِھْلوِیْ مَدَّ ظِلَّہٗ

قُرآنِ کریم خداوند ذوالجلال کی طرف سے ایک دستورِ کامل ہے - جس پر عمل کرنے سے خداوند عزوجل کی خوشنودی کا پروانہ ملتا ہے - اور ایمان وعمل، اور معاش و معاد کی کجی اس سے دُور ہوتی ہے - اور یہ دستور خداوندی یعنی قُرآن عظیم لوگوں کو احکم الحاکمین کی پیشی اور اس کے مُواخذہ اور گرفت سے ڈراتا ہے - اس لئے ضروری ہے کہ جو لوگ اس دستور آسمانی اور قانونِ رَبّانی کو مانتے ہوں - اور اس پر عمل کے دعویدار ہوں - تو پہلے اس قانون کو صحیح طور پر سمجھیں تاکہ اس پر صحیح طور پر عمل کرسکیں - اور اس پر عمل کر کے انعامات خداوندی حاصل کریں اگر اس کو صحیح طور پر سمجھا نہ جائے تو عمل کرنا ناممکن اور محال ہے - عقل وفہم درست نہ ہو بلکہ اس میں کجی اور زیغ ہو - تو قانون خداوندی سمجھ میں نہیں آسکتا -

اس لئے یہ ضروری ہے - کہ صحیح اور غلط، حق و باطل اور کھرے کھوٹے کا فرق معلوم ہو - تاکہ اصلی اور جعلی مُترجم اور مُفسّر کو الگ الگ پہچان لیا جائے اور ہر مدّعی اور نقال کے جال میں پھنس نہ سکیں -

شرائط :-

(۱) عربی زبان سے بخوبی واقف ہو صَرف ونحو، بلاغت اور لغت کا علم ہو ورنہ قدم قدم پر غلطیاں کرے گا - جو شخص صیغہ، ترکیب اور کلام کے اسلوب سے واقف نہ ہوگا - وہ صحیح ترجمہ اور صحیح تفسیر ہرگز نہیں کرسکتا

(۲) قواعدِ شریعت اور اصول دین اور اصطلاحات شرعیہ سے واقف ہو - کیونکہ اصطلاحاتِ کا محض لفظی اور لُغوی ترجمہ کر دینے سے متکلم کی مُراد بدل جاتی ہے -

(۳) عِلم قرأت سے واقف ہو کیونکہ بسا اوقات ایک قِرأت دوسری قرأت کے لئے مُفسّر ہوتی ہے - ایک قرأت مطلق ہوتی ہے - دوسری قرأت میں کوئی قید مذکور ہوتی ہے - تاکہ مطلق کو مقیّد پر اور عام کو خاص پر محمول کرسکے -

(۴) آیات کے شان نزول سے واقف ہو - یہ کہ آیت کس بارہ میں اور کس موقعہ پر نازل ہوئی ہے اور محل کے معلوم ہونے سے مراد واضح ہو جاتی ہے -

(۵) احادیث نبویہ اور اقوالِ صحابہ سے واقف ہو - آیت کے نزول کا محل اور موقعہ کا عِلم احادیث نبویہ اور اقوالِ صحابہ کے بغیر ناممکن اور محال ہے -

(۶) ناسخ و منسوخ سے واقف ہو کہ یہ حکم فلاں زمانہ میں تھا - اور بعد میں منسوخ ہوگیا - جس حاکم یا وکیل کو یہ عِلم نہ ہو کہ حکومت کے فلاں فلاں احکام منسوخ ہوچکے ہیں - اور اُس کے بعد کے یہ احکام ہیں - تو وہ حاکم صحیح فیصلہ اور وہ وکیل صحیح بحث نہیں کرسکتا -

(۷) مُتَرجَمْ اور مفسر ذکی اور ذہین ہو کلام کی باریکیوں اور گہرائیوں کو سمجھتا ہو - اُس کی عقل، فہم اور اُس کا عِلم درست ہو - اور کجی سے محفوظ ہو -

(۸) یہ بھی ضروری ہے - کہ اُس نے عِلم باضابطہ اساتذہ سے حاصل کیا ہو - محض تراجم اور شرح کے مُطالعہ سے حاصل کیا ہُوا عِلم مُعتبر نہیں ہے - ڈاکٹری کتابوں کے محض ترجمے دیکھ لینے سے ڈاکٹر نہیں بن جاتا - اور قانون کا ترجمہ پڑھ لینے سے وکیل نہیں بن جاتا . . . .

. . . . جب تک باضابطہ کسی میڈیکل کالج یا لا کالج میں ماہرین فن سے تعلیم نہ پائی ہو -

(۹) خود رائے اور متکبر نہ ہو - زمانہ کے علماء اور فضلا کی طرف رجوع کرنے سے عار اور ننگ نہ کرے - اور اگر کوئی عالم اُس کی لغزش پر مُطلع کرے - تو اُس کو قبول کرے اور اپنی اصلاح کرے -

(۱۰) علمائے معاصرین اور فضلاء زمانہ کی نظر میں اُس کا عِلم اور فہم اور تقویٰ مُسلّم اور معتبر ہو عِلم و فضل وہ ہے - جس کا دوسرے فضلاء اعتراف کریں - فضل وکمال کے لئے محض دعویٰ کافی نہیں -

ع - مُشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطاگوید

طریقہ امتحان

جن کو اپنے علم و فضل کا دعویٰ ہو - اُس کے امتحان کا طریقہ یہ ہے کہ اُن کو سادہ قرآن کا نسخہ دے دیا جائے اور اُن سے قرآن کریم کے تین رکوع یا تین آیات کے متعلق سوال کئے جائیں - کہ ان آیات، کے صیغے اور اعراب اور بلاغت بیان کرو - اور کتب تفاسیر سے اُس کا موازنہ کیا جائے - تو پھر اس مُدّعی کے اس دعویٰ کی حقیقت روشن ہو جائے گی - کہ تمام مفسرین نے غلط سمجھا اور قرآن کا صحیح مطلب وہ ہے کہ جو میں بیان کر رہا ہوں -

(۱) وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰهُ بِغَیْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ (پ ۲۰ ع ۱۰)

ترجمہ - اس سے زیادہ گمراہ کون ہے - جو اپنی خواہش پر بغیر راہ بتلائے ہوئے چلے

یہ لوگ نہ ہدایت قبول کرتے ہیں - اور نہ اُس کے مقابلہ میں کوئی

چیز پیش کر سکتے ہیں۔ تو یہی اس کی دلیل ہے۔ کہ اُن کو راہ ہدایت پر چلنا ہی مقصود نہیں۔ محض اپنی خواہشات کی پیروی ہے۔ جس چیز کو دل چاہا مان لیا جس کو اپنی مرضی اور خواہش کے خلاف پایا رد کر دیا تبلائیے ایسے ہوا پرست ظالموں کو کیا ہدایت ہوسکتی ہے۔

(ب) وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ۝ ثَانِيَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الخ (پ۱۷ ع۸)

ترجمہ۔ اور بعض شخص وہ ہے۔ جو اللہ کی بات میں بغیر جانے، بلا دلیل اور بدون روشن کتاب اپنی کروٹ موڑ کر جھگڑتا ہے۔ تاکہ اللہ کی راہ سے لوگوں کو بہکائے۔ اُس کے لئے دنیا میں رسوائی ہے۔ اور ہم قیامت کے دن اُس کو جلنے کا عذاب چکھائیں گے

مطلب یہ ہے۔ کہ ایسے واضح دلائل و شواہد سُننے کے بعد بھی بعض کجرو اور ضدی لوگ اللہ کی باتوں میں یُونہی بے سند جھگڑے کرتے رہتے ہیں۔ اُن کے پاس نہ کوئی علم ضروری ہے۔ نہ دلیل عقلی، نہ دلیل سمعی، محض اوہام و ظنون کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ اعراض و تکبر کے ساتھ کروٹ موڑتے ہیں۔ جو شخص بلا حجت و دلیل محض عناد سے خدا کی باتوں میں جھگڑتا ہے۔ اور غرض یہ ہو کہ دوسرے لوگوں کو ایمان و یقین کی راہ سے ہٹاوے۔ اُس کو دُنیا میں خدا تعالیٰ ذلیل کرے گا۔ اور آخرت کا عذاب الگ رہا۔

(مولانا عثمانیؒ)

جو شخص قانون حکومت کو اپنی خواہشو پہ ڈھالنا چاہئے۔ اور اُس کے دفعات کی ایسی عجیب و غریب تشریحات کرے کہ جو عدالت عالیہ کے کسی فاضل جج کے حاشیۂ خیال میں بھی نہ آئی ہو تو ایسا شخص حکومت کے آہنی پنجہ سے چھوٹ نہیں سکتا۔ اسی طرح جو شخص قانون خداوندی کے ایسے عجیب و غریب معانی بیان کرے۔ کہ جو عہد صحابہ سے لے کر اس وقت تک کسی عالمِ ربّانی اور فاضل لاثانی کے خیال میں بھی نہ آئے ہوں۔ تو سمجھ لو کہ یہ شخص ملحد اور زندیق ہے۔

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ (پ۵ ع۴)

ترجمہ۔ بات کو اُس کے ٹھکانے سے پھیرتے ہیں۔

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ

ترجمہ۔ چاہتے ہیں کہ اللہ کا کلام بدل دیں۔ کا مصداق ہے اور حدیث میں ہے۔ جو شخص قرآن کے معنی اپنی رائے سے بیان کرے۔ اگرچہ وہ معنی صحیح ہوں۔ مگر یہ شخص باغی اور مجرم ہے۔ (ترمذی ابو داؤد)

جو شخص بغیر ڈاکٹری پڑھے ہوئے کسی کا علاج کرے اگرچہ اُس کے علاج سے مریض شفایاب ہو جائے۔ تو ایسا معالج حکومت کی نظر میں مجرم ہے۔ حکومت کہیگی کہ بغیر پڑھے اور بغیر سند کے تمہارے لئے علاج کرنا ممنوع تھا۔ تم نے یہ جُراُت کیسے کی اور جس شخص نے باضابطہ ڈاکٹری پڑھی ہو۔ اُس کے زیر علاج اگر کوئی مریض اُس کی غلطی اور لغزش سے مر بھی جائے تو اُس پر کوئی مُواخذہ نہیں

تفسیر بالرّائے

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں۔ کہ تفسیر بالرّائے کے معنی یہ ہیں۔ کہ کسی شخص کا کسی شئی کی طرف کوئی طبعی میلان اور رغبت ہو۔ پس وہ قرآن کی تفسیر اس طرح کرے کہ وہ معانی اُس کی رائے اور ہوائے نفس پر منطبق ہو جائیں۔ تاکہ اپنی غرض اور رائے کی تصحیح کے لئے آیت قرآنی کو حجت میں پیش کرسکے۔ ورنہ اگر اُس کے دل میں یہ رائے اور یہ خواہش اور میلان نہ ہوتا۔ تو یہ معنی اُس کو قرآن سے منکشف نہ ہوتے۔

(تفسیر قرطبی ص۳۲ جلد۱)

پس جو شخص کسی آیت قرآنی کا مطلب اپنی رائے اور خیال سے ایسا بیان کرے کہ جو قواعد عربیت (یعنی عربی زبان کی قواعد) یا شریعت کے قواعد اور اصول و مسلّمات دین کے خلاف ہو۔ تو اُس کو تفسیر بالرائے کہتے ہیں۔ اور تفسیر بالرائے در اصل تحریف معنوی ہے۔ جیسے قانون حکومت کا ایسا مطلب بیان کرنا جو کہ انگریزی زبان کے قواعد کے خلاف ہو یا دستور حکومت کے اصول مُسلّمہ کے خلاف ہو۔ وہ قانون حکومت کی شرح نہیں بلکہ اُس کی تحریف ہے اسی طرح تفسیر بالرائے کو سمجھو۔ کہ وہ قرآن کریم کی تفسیر نہیں ہے۔ بلکہ اُس کی تحریف ہے۔ مثلاً جن کی طبیعت پر سیاست کا غلبہ ہوتا ہے۔ وہ قرآن کریم کی تمام عبارتوں کو سیاست پر محمول کرتے ہیں۔ نہ نماز، روزہ سب سیاست کے لئے ہے۔ نماز میں پریڈ کی تعلیم ہے۔ تاکہ افسر کی اطاعت کرنا آ جائے۔ اگر وہ اُٹھنے کو کہے اُٹھو۔ اور بیٹھنے کو کہے تو بیٹھو۔ جھکنے کو کہے جھک جاؤ۔ امام اس لئے مقرر کیا جائے۔ تاکہ اسی طرح پریڈ کے وقت افسر کی اطاعت کریں۔ روزہ اس واسطے شروع ہوا۔ تاکہ جنگ میں فاقہ مُتحمّل ہوسکے۔ اور حج اس لئے شروع ہوا۔ کہ دور دراز اور سردی و گرمی میں ایک چادر اور ایک لنگی سے سفر کرنے کے عادی ہوجائیں گویا کہ ساری عبادتیں حق تعالےٰ کی یاد اور بندگی اور حق عبودیت کے بجا لانے کے لئے شروع نہیں ہوئیں۔ بلکہ ساری شریعت میں مُلک گیری اور سیاست کی تعلیم ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ جماعت اور حج سے مقصود قوم کا اتفاق ہے۔ اور یہ مقصد کلب اور سینما میں جمع ہونے سے بھی حاصل ہو سکتا ہے۔ کسی کے مزاج پر فلسفہ اور سائنس کا غلبہ ہے۔ وہ آیات قرآنیہ کی تفسیر یورپ کی تحقیقات اور سائنس کے مسائل سے اس طرح کرتا ہے۔ گویا کہ یہ قرآن کسی ماہر سائنس اور ماہر طبعیات اور موسمیات پر اُترا ہے۔

مثلاً کبھی کواکب اور سیارات اور بروج کے مسائل آیات قرآنیہ سے ثابت کرتے ہیں۔ اور کبھی قرآن سے تخم درخت میں نر و مادہ ثابت کرتے ہیں۔ کما قال تعالیٰ وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ

اے میرے عزیزو! خوب سمجھ لو کہ یہ قرآن کریم کی تفسیر نہیں۔ بلکہ تحریف معنوی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان لوگوں کو قرآن کریم کا

موضوع ہی معلوم نہیں ۔ کہ قرآن کریم کو کس غرض کے لئے اتارا گیا ۔ قرآن کریم نہ تو فلسفہ اور سائنس کی کوئی کتاب ہے ۔ اور نہ کوئی تاریخ اور جغرافیہ کی کتاب ہے ۔ قرآن کریم تو طبِ روحانی کی ایک آخری اور بے مثل کتاب ۔ جس میں روحانی امراض کے معالجات کو بیان کیا گیا ہے ۔

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ (پ ۱۵)

پس جس طرح طبِ جسمانی اور ڈاکٹری کی کتاب میں کفش دوزی، پارچہ سازی، اور گھڑی سازی وغیرہ کی تحقیق تلاش کرنا مِراق اور خبط ہے ۔ اسی طرح طبِ روحانی کی اس بے مثل کتاب یعنی قرآن کریم میں معدنیات، نباتات اور فلکیات کے مسائل کی تلاش بھی بلاشبہ مراق اور خبط ہوگا ۔

خدا تعالیٰ نے قرآن مجید بطور ایک قانون اور لائحہ عمل کے نازل کیا تاکہ دنیا میں خدا تعالیٰ کی منشاء کے مطابق حکومت الٰہی ہوسکے اور انسان اس قانون پر عمل کرکے دنیا میں کمال انسانی اور آخرت میں سعادت عظمیٰ یعنی خداوند قدوس کا قرب و رضامندی حاصل کرسکے ۔ اس کی پیروی کرنے والے کو کوئی اندیشہ منزل مقصود سے بھٹکنے کا نہیں ۔ انسان کو جہالت اور غفلت کی اندھیروں سے نکال کر رُشد و ہدایت کی صاف سڑک پر کھڑا کرنا ہے ۔ بلاشبہ اے نبیؐ آپ پوری قوت اور زور کے ساتھ ان کو اس غفلت اور جہالت کے خوفناک نتائج اور بھیانک مستقبل سے ڈرا کر فلاح و بہبود کے اعلیٰ مدارج پر پہنچانے کی کوشش کریں ۔ یہ کتاب اس غرض کے لئے اُتاری گئی ہے ۔ کہ لوگ اس کی آیات میں غور کریں ۔ اور عقل رکھنے والے اس کی نصیحتوں سے فائدہ اٹھائیں

هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ (پ ۴ ع ۵)

ترجمہ ۔ یہ بیان ہے لوگوں کے
واسطے ہدایت اور نصیحت
ہے ۔ ڈرنے والوں کے لئے

اے میرے عزیزو ! اگر آیات قرآنیہ کی تفسیر سائنس کے مسائل اور جدید تحقیقات سے کی جائے ۔ تو اس میں بہت خرابیاں لازم آئیں گی ۔

(۱) ایک خرابی تو یہ لازم آئے گی ۔ کہ ان آیات کے اولیں مخاطب اہل عرب تھے ۔ اور وہ بلکہ سارا عالم اور قیصر و کسریٰ کی متمدن حکومتیں بھی ان چیزوں سے بالکل بے خبر تھیں ۔ بلکہ روئے زمین پر ایک آدمی بھی ان سے آشنا نہ تھا تو اُن کے سامنے فلسفہ اور سائنس کے مسائل بیان کرنے سے کیا فائدہ "یار من ترکی و من ترکی نمے دانم" بلکہ جس ذات بابرکات پر یہ قرآن نازل ہوا ۔ اُس کے وہم و گمان میں یہ معنی نہ تھے ۔ عہد صحابہ سے لیکر اب تک ہزار ہا علمائے ربانیین گزرے ہیں ۔ اور سینکڑوں غزالیؒ اور رازیؒ گزر گئے ۔ لیکن آج تک کسی نے بھی یہ معانی نہ سمجھے جو آج کل کے جدید مفسر بیان کر رہے ہیں ۔ کیا یہ جدید مفسر غزالی اور رازی سے علم و فہم اور تقویٰ میں کچھ بڑھ کر ہیں ۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک ۔

(۲) سائنس کی تحقیقات بدلتی رہتی ہیں پس اگر ان تحقیقات کو مدلول قرآنی قرار دیا جائے تو احتمال ہوگا ۔ کہ شاید آئندہ زمانہ میں یہ تحقیقات غلط ثابت ہوں ۔ تو اس صورت میں کلام خداوندی کا غلط ہونا لازم آئے گا ۔

(۳) اگر محققین یورپ ان جدید مفسرین سے یہ سوال پیدا کریں ۔ کہ قرآن کریم کو نازل ہوئے تقریباً چودہ سو برس ہوگئے ۔ تم یہ بتلاؤ کہ ہماری ان تحقیقات کی ظہور سے پہلے تم قرآن کریم کی آیات کا کیا مطلب سمجھتے تھے ۔ اور تمہارے اسلاف غزالی وغیرہ جو ان تحقیقات سے پہلے گزر گئے ۔ وہ ان آیات کا کیا مطلب سمجھتے تھے ؟ اور اگر ان آیات سے ہمارے فلسفہ اور سائنس کی بھی جدید تحقیقات مراد ہیں ۔ تو آپ کو ہمارے ممنون احسان ہونا چاہئے ۔ کہ جن آیات کا مطلب آج تک آپ کو نہ نبیؐ کے ذریعہ اور نہ صحابہؓ تابعین اور علمائے ربانیین کے ذریعہ حل ہوا تھا ۔ وہ آج آپ کو ہماری ان جدید تحقیقات سے حل ہوگیا ۔ یہ قرآن نازل تو ہوا ۔ تمہارے نبی پر مگر اس کا مطلب حل ہوا ۔ ہماری ان جدید تحقیقات سے" یہ جدید مفسرین بتلائیں کہ یورپ کے فلاسفہ کے اس سوال کا کیا جواب دیں گے ۔

(۴) ایک خرابی یہ لازم آئے گی ۔ کہ اگر فلاسفۂ یورپ یہ سوال کریں کہ قرآن کے نازل کرنے سے انہیں تحقیقات اور سائنس کے مسائل کا بیان کرنا مقصود تھا ۔ پھر تمہارے قرآن کی اور تمہارے نبی کی اور تمہارے دین کی کوئی ضرورت نہیں ہم بغیر قرآن کے ترقی کی اس منزل پر پہنچ چکے ہیں ۔ جو تمہارے سامنے ہے اور تم باوجود قرآن کے اس ترقی کے میدان سے دور ہو ۔ اگر تم نے ترقی کے میدان میں کچھ قدم رکھا ہے ۔ تو وہ بھی ہماری اعانت اور امداد سے ! اے مسلمانو ! تم ہمیں کس قرآن کی دعوت دیتے ہو ۔ اگر ہمیں قرآن اور اسلام کی دعوت انہی مسائل کے لئے دیتے ہو ۔ تو ہمیں نہ تمہارے قرآن کی ضرورت ہے ۔ اور نہ اسلام کی کوئی حاجت ہے ۔ ہم بغیر قرآن ہی کے ان تحقیقات پر پہنچ چکے ہیں ۔ تو یہ جدید مفسرین بتلائیں کہ فلاسفہ یورپ کے اس سوال کا کیا جواب دیں گے ۔

پس معلوم ہوا ۔ کہ قرآن کریم طب روحانی کی ایک بے مثال کتاب ہے اور اس کی صحیح تفسیر اور صحیح مفہوم وہی ہے ۔ کہ جو عہد صحابہ سے لے کر مشرق و مغرب کے علمائے ربانیین بیان کرتے آئے قانون حکومت کا وہی مفہوم اور مطلب معتبر ہے ۔ کہ جو عدالت عالیہ کے ججوں نے سمجھ کر فیصلے دئے ہیں جج کے فیصلہ کی مخالفت قانون حکومت کی مخالفت تصور کی جاتی ہے ۔ اور اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں قانون حکومت کا مخالف نہیں ہوں تو فقط اُس جج کا مخالف ہوں ۔ اور یہ کہتا ہوں کہ اُس نے قانون حکومت کا مطلب غلط سمجھا اور یہ جج معصوم بھی نہیں ۔ تو

کیا کسی کی یہ تقریر دلپذیر عدالت میں قابل سماعت ہوگی۔ بے شک فاضل جج معصوم نہیں۔ لیکن ماہر قانون ہے۔ اور صدہا فاضل ججوں کی عقلیں اُس کی پشت پر ہیں۔ اور تم نے قانون باضابطہ پڑھا نہیں۔ محض ترجمہ دیکھ کر اپنی ہوشیاری سے قانون کو اپنی خواہش پر ڈھالنا چاہتے ہو۔ خوب سمجھ لو کہ تمہاری یہ ٹوٹی لنگڑی عقل قانون حکومت پر قائم نہیں۔ بلکہ قانون حکومت تمہاری عقل و فہم پر حاکم ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں قانون خداوندی کا منکر نہیں۔ لیکن یہ کہتا ہوں۔ کہ قاضیوں نے اور مفتیوں نے اس قانون کا مطلب غلط سمجھا ہے۔ اور صحیح مطلب وہ ہے۔ کہ جو میں بیان کر رہا ہوں۔ اور میں خدا و رسول کی مخالفت نہیں کرتا۔ بلکہ علماء کی مخالفت کرتا ہوں۔ اور علماء معصوم نہیں، درست ہے۔ کہ علماء معصوم نہیں مگر وہ عالم ہیں۔ اور ان کا علم و فہم اور نور تقویٰ اُمّت میں مسلّم ہے۔ اور اگر عالم اور ماہر فن کی غلطی پکڑنا کسی عامی کا کام نہیں معصوم نہ تو عالم ہے اور نہ جاہل، اس سے یہ کہاں لازم آیا۔ کہ فقط غیر معصوم ہونے کی وجہ سے جاہل عالم کے برابر ہو جائے۔ اور عامی پر عالم کا اتباع لازم نہ رہے۔ کیا عالم اور جاہل برابر ہوسکتا ہے، جس طرح کوئی مریض کسی طبیب کے علاج پر یہ کہہ کر نکتہ چینی نہیں کرسکتا۔ کہ طبیب معصوم نہیں۔ اسی طرح کسی عامی کو عالم پر نکتہ چینی کا حق نہیں۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

ایک نئی دینی انجمن کی رجسٹریشن

حال ہی میں ایک نئی دینی انجمن معارف القرآن کے نام سے رجسٹرڈ ہوئی ہے جس کا صدر مقام راوی کے اس پار لاہور سے چار میل کے فاصلہ پر شاہدرہ ریلوے اسٹیشن کے قریب نئی آبادی لاچپت سٹریٹ میں واقع ہے اس میں جامعہ قاسمیہ کا نظم و نسق اور دیکھ بھال اور اس میں زیر تعلیم بیرونی طلباء کو قیام و طعام اور لباس کی سہولت بہم پہنچانا قرآن پاک کی تدریس بسلسلہ تجوید و قرأت حفظ و ناظرہ، غیر اسلامی عقائد کا قلع قمع کرنا ہے

امیر انجمن معارف القرآن (رجسٹرڈ)، نئی آبادی متصل شاہدرہ ریلوے سٹیشن لاہور

بقیہ اداریہ صفحہ ۳ سے آگے

بقیہ اداریہ صفحہ ۳ سے آگے

خبط سوار ہے۔ کبھی ہندوستان کے استحکامات کو سراہا جا رہا ہے۔ کبھی غیر مشروط فوجی امداد کی پیش کش ہے۔ شدّتِ عشق کا لفظ اس لئے استعمال کیا کہ نہرو نے جتنی امداد کا مطالبہ کیا تھا اس سے ایک ارب ڈالر زیادہ امداد اس کے لئے منظور کی گئی۔ اِدھر روس نے امداد کے لئے یہ پیش کش کر دی کہ پاکستان معاہدات کی زنجیریں توڑ دے یعنی امریکی گروپ سے دفاعی معاہدے ختم کر دے تو روس اسے ہر قسم کی امداد دینے کے لئے تیار ہے۔ اِدھر پاکستان کی شمال مغربی سرحد پر جو گڑبڑ ہو رہی ہے اس میں اور کشمیر کے قضیہ میں ہمارے مخالفوں کو روس کی حمایت حاصل ہے۔ اب ہم نازک مقام پر کھڑے ہیں۔ اگر چین سے سرحدات کی بات کرتے اور کشمیر و جموں کے سلسلہ اس کی حمایت اور تعاون حاصل کرتے ہیں تو امریکہ اس پر راضی رہ کر بھارت کو کیسے ناراض کریگا۔ اور چین کا اس طرح کا اثر و نفوذ کیسے قبول کریگا۔ اگر امریکہ ہمارے اور چین کے اس طرح کے معاہدے کو برداشت نہیں کرتا۔ اور خود کشمیر کے مسئلہ میں غیر جانبدار بن کر بیٹھا رہنا پسند کرتا ہے۔ تو ہم کیسے برداشت کر سکتے ہیں۔ پاکستانی سربراہوں نے ٹھکانے کی بات کہی ہے کہ کشمیر کو بھارت کے ہاتھ بیچ کر ایشیا میں امن قائم نہیں کیا جاسکتا پھر تو کشمیریوں کو چین سے اسلحہ اور دیگر امداد لے کر جہاد کرنا پڑیگا۔ مگر مشکل یہ ہے کہ اس طرح کے جہاد کی ذمّہ داری بھارت پاکستان کے سر ڈال کر ہم سے لڑنے کے لئے بہانہ بنائے گا۔ اگرچہ ہم لڑنے کو تیار ہیں۔ مگر اس طرح یہ جنگ امن عالم یا کم از کم ایشیائی امن کو ختم کر دے گی۔

بظاہر حالات روس اور چین سے معاہدات اور دوستی میں ہمیں دوگونہ فائدہ ہیں۔ چین کشمیری مسلمانوں کی براہ راست امداد کر سکے گا۔ اور چین پر ہندوستان کے خلاف بھروسہ بھی کیا جا سکتا ہے۔ امریکی دفاعی معاہدات ختم کرنے کے بعد روس ہم کو غیر معمولی اور غیر مشروط امداد دے سکے گا اور یہ امداد بہ نسبت امریکہ کے قریب سے مل سکے گی۔ دوسری طرف افغانستان کا اٹھایا ہوا فتنہ خود بخود ختم ہو جائے گا۔ روس ہمارا حلیف بن کر پھر ہمارے خلاف ریشہ دوانیاں نہ کر سکے گا۔ ان نازک حالات میں ہمارے صدر مملکت اور وزیر خارجہ امریکہ جا رہے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے۔ کہ اب حالات اس موڑ پر آ پہنچے ہیں۔ کہ ہم کو گومگو کی پالیسی اور تذبذب کی دوستی سے کنارہ کش ہوکر ایک گروپ کا اس درجہ کا ممبر بننا پڑے گا۔ کہ وہ ہماری جنگ کو اپنی جنگ سمجھے۔ یا پھر صدر ناصر۔ مارشل ٹیٹو اور صدر سوئکارنو سے مل کر غیر جانبدار ممالک کے گروپ میں شامل ہونا پڑے گا۔

وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ

بچوں کا صفحہ ۱۹ سے آگے

وہ پیادہ پا کو سلام کرنے میں پہل کرے۔ اور جو پیدل چل رہا ہو۔ وہ بیٹھے ہوئے کو سلام کرے۔ اور جو چھوٹا ہو وہ بڑے کو کہے، جو تھوڑے ہوں وہ بہتوں کو سلام کرنے میں پہل کریں۔

سلام میں پہل کرنے والا خواہ کوئی بھی ہو وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں زیادہ مقرب اور زیادہ مستحق اجر ہے۔ مگر جب کوئی دوسروں کو پہلے سلام نہ کرے اور گریز کرے تو مذکورہ ترتیب کے مطابق دیکھنا چاہیئے۔ کہ کس پر پہلے سلام کرنا واجب ہے۔ جو اس ترتیب کو توڑے اور خلاف ورزی کرے یقیناً وہی گنہگار ہے۔ اور اسی پر اس کا سارا بار ہے

محمد یونس قدوسی

کیمیائے محبت

اَلسَّلَامُ قَبْلَ الْکَلَامِ - کلام سے پہلے سلام کیا کرو۔

جب کسی سے ملنا ہو تو گفتگو کرنے سے پہلے السّلام علیکم کہنا چاہیے کہ اس میں برکت بھی ہے اور محبّت بھی۔

چنانچہ ہادئ اسلام محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ جب آپس میں ایک دوسرے سے ملو تو السّلام علیکم (تم پر سلامتی ہو) کہا کرو اور دوسرا وعلیکم السّلام و رحمۃ اللہ (تم پر بھی سلام اور رحمت ہو) کے الفاظ میں جواب دے کر حقِ اخوّت ادا کرے۔

تا کہ باہم موانست پیدا ہو اور محبّت بڑھے اور ایک دوسرے کو اپنے سے بڑھ کر خیر خواہ تصوّر کرے۔

اس مختصر سے جملہ السّلام علیکم میں نہ معلوم وہ کون سی لطافت ودیعت کر رکھی ہے کہ جب ایک دوسرے سے السّلام علیکم کہتا ہے تو خود بخود ان میں ایک جذبہ پیدا ہو جاتا ہے جسے محبّت کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے اور غالباً یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہر واقف اور ناواقف کو سلام کیا کرو اور کبھی کسی سے ایسے ناراض نہ ہو کہ سلام تک ترک کر دو۔ اگر تم سلام عام کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں محبّت ڈالے گا اور مالوں میں برکت دیگا اور شیطان تم میں اختلاف پیدا نہ کر سکے گا۔

حضورؐ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جب تم اپنے گھر میں جاؤ تو گھر والوں کو بھی السّلام علیکم کہا کرو۔ وہ سلام تمام گھر والوں کے لیے موجبِ برکت ہوگا۔

ایک موقع پر حضورؐ نے فرمایا کہ جو شخص سلام کہہ کر گھر میں داخل ہوتا ہے خدا اس کے گھر میں صلح اور صفائی کا ذمّہ دار ہو جاتا ہے۔ یعنی اس گھر میں لڑائی جھگڑا نہیں ہوتا۔

پس ہر مسلمان مرد عورت، بوڑھے بچّے کا یہ فرض ہے کہ وہ جب کسی سے ملے تو پہلے السّلام علیکم ضرور کہے، اگر کوئی شخص سلام کیے بغیر گفتگو شروع کر دے تو حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اس کی بات کا کوئی جواب نہ دو۔

السّلام علیکم کہنے میں ثواب بھی ہے اور برکت بھی۔ اس لیئے خلافِ شرع ماتھے پر ہاتھ رکھنا، ٹوپی اُتار دینا، جھکنا، "آداب عرض" یا "حضرت سلامت" "تسلیمات" وغیرہ کے کلمات استعمال کرنا ترک کر دینا چاہیے کہ یہ ہمارا مذہبی طریقہ نہیں ہے۔

ایک اور جگہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا:-

اَلْبَادِیُٔ بِالسَّلَامِ — پہلے سلام کہنے والا
بَرِیٌٔ مِّنَ الْکِبْرِ۔ — تکبّر سے بری ہوتا ہے

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص عمداً دوسروں کو پہلے سلام کرنے سے گریز کرتا ہے وہ متکبّر ہوتا ہے اور متکبّر کے متعلق بہت سخت وعید آئی ہے، کیونکہ تکبُّر اَکْبَرُ الْکَبائِر (بڑے گناہوں میں سے ہے)

عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ وہی لوگ پہلے سلام کرنے سے گریز کرتے ہیں جو اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہیں اور وہ اپنی بڑائی کا خیال کرتے ہوئے منتظر رہتے ہیں کہ کوئی انہیں پہلے سلام کرے اور پھر وہ اس کا جواب دیں، ایسے ہی لوگوں کے متعلق خواہ وہ عالم ہوں یا پیر و مرشد، یا صاحبِ اثر ہوں یا اربابِ حکومت - حضورؐ کا ارشاد ہے کہ "وُہ ہولناک عذاب میں مبتلا ہونگے"۔ کیونکہ وہ اپنے کبر و نخوت کی وجہ سے اسلامی مفاد کے دشمن اور حقوق العباد کے غاصب ہیں۔ اسلام چونکہ تکبُّر کا مخالف اور انکسار کا حامی ہے۔ اس لیے اس کے ہر حکم میں انکسار کی تعلیم دی گئی ہے۔ سلام میں پہل کرنے کا اجر زیادہ ہے جو کوئی پہلے سلام کرے گا وہ یقیناً دُگنے ثواب کا مُستحق ہوگا۔

حضورؐ نے فرمایا کہ صرف السّلام علیکم کہنے پر دس نیکیاں ملتی ہیں اور اگر السّلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا جائے تو بیسؔ اور اگر "وَبَرَکَاتُہٗ" بھی کہہ دیا جائے تو تیسؔ۔ اگر پہلے السّلامُ علیکم کہنے والا یہ الفا[ظ] کہے تو جواب دینے والے کو [وعلیکم] السّلام و [رحمۃ] اللہ و برکاتہٗ [کہنا چاہیے] تا کہ اس [کا ثواب و]ہ برا[بر] …

حضورؐ [نے سلام و ع]لیکم کے متعلق جہاں بہت سی جزئیات ارشاد فرمائیں وہاں اس امر کی تصریح بھی کر دی کہ شرعاً پہلے سلام کرنا کس کا فرض ہے یا بالفاظ دیگر یوں سمجھیے کہ حضورؐ نے مراتب کی بھی تعلیم کر دی تا کہ ہم حفظِ مراتب کا بھی خیال رکھ سکیں۔

آپؐ نے فرمایا کہ جو سواری پر ہو

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

